انتہا کوئی نہیں ہے ابتدا ہونے کے بعد
عشق کیا ہے جان لو گے مبتلا ہونے کے بعد
بس اسی امید پر پیش فنا خاموش ہیں
اک جہاں تعمیر ہوگا سب فنا ہونے کے بعد

''بس اماں میں نے کہہ دیا کہ اگر مناہل نے مریم کی منگنی میں شرکت کی تو پھر میں ہرگز نہیں آؤں جاؤں گی، آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں اپنی بہن کی خوشیوں میں شریک ہونے کے چکر میں اپنا گھر اور خوشیوں کو ہی برباد کر ڈالوں؟ نا بھئی نا! میں ایسی حماقت ہرگز نہیں کرنے والی۔'' آپا انتہائی جوش و جذبات میں بولتیں اماں کو اچھا خاصا پریشان کر گئیں۔

''ارے تو پھر کیا کروں میں! مناہل کو کسی کنوئیں میں دھکیل آؤں یا پھر چھت پر لے جا کر اسے دھکا دے دوں۔'' قریب ہی پلنگ پر بیٹھی کیری کھانے میں مصروف مناہل کو اماں نے ناگواری سے دیکھ کر کہا جسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ انتہائی مگن انداز میں کیری کی پھانکیں نمک سے لگا لگا کر منہ میں ڈال رہی تھی۔ جیسے یہ بات کسی اور کے لیے کہی جارہی ہے۔

''اماں آپ خود ہی سوچیے اگر میں منگنی میں آئی تو عمران پھر مناہل کو دیکھ کر بدحواس ہوجائیں گے، کتنی مشکلوں سے میں نے اپنے گھر کو بچا رکھا ہے ورنہ اس مناہل بی بی کی وجہ سے میری زندگی ہی برباد ہوجاتی۔'' اب آپا باقاعدہ رونے کی تیاری کررہی تھیں۔

''ارے انیلا تو اس قدر جذباتی کیوں ہورہی ہے آخر کب تک تو میکے نہیں آئے گی؟ اور مریم اس کے سسرال والے ان سے کیا کہوں گی میں ہر بار تیرا پوچھتے ہیں کہ بڑی بہن سے ملاقات نہیں ہوئی ہماری۔'' اماں سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

''اماں میرا تو خود دل چاہ رہا ہے آپ سب سے ملنے کا چھ ماہ پہلے رخصت ہوکر نواب شاہ آئی ہوں تو ایک بار بھی اپنے شہر اور گھر آنا نصیب نہیں ہوا۔'' انیلا صاحبہ اب باقاعدہ چھکوں سے روتے ہوئے بول رہی تھیں۔

''اب تو ہی بتا انیلا میں کہاں اس مناہل کو دفعان کروں۔'' اماں مناہل کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے انتہائی چڑ کر بولیں تو اس بار مناہل اماں کی جانب متوجہ ہو ہی گئی۔

''اماں اس میں میرا کیا قصور؟ مجھے تو دکھ ہے کہ عمران بھائی اتنے ہلکے کردار کے انسان ہیں آپا جیسی بیوی کے وہ ہرگز لائق نہیں ہیں۔'' مناہل برا مان کر بولی تو اماں نے جلدی سے ٹیلی فون بند کردیا کہ کہیں انیلا نہ سن لے ورنہ قیامت ہی آجائے گی۔

''ارے بے حیا لڑکی اپنے بہنوئی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے تجھے شرم نہیں آرہی! جنم جلی کلمو ہی عمران تیرے بڑے بھائی جیسا ہے۔'' اماں اسے بے نقط سناتے ہوئے بولیں۔

''اماں عمران بھائی کو خود رشتوں کا احترام نہیں ہے آپ مجھے کیوں قصوروار سمجھتی ہیں۔'' مناہل ہنوز کافی چڑے ہوئے لہجے میں بولی تو اماں کو جیسے پتنگے ہی لگ گئے؟ جب ہی مریم نے درمیان میں آکر مداخلت کی۔

''خدا کے واسطے مناہل اپنی زبان کو بند رکھو اور اماں آپ بھی غصہ تھوک دیں اور یہاں بیٹھیں۔'' مریم اماں کو بازوؤں سے تھام کر تخت کی جانب لے آئی۔

''آپا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مناہل کو دیکھ کر عمران بھائی نے پھر سے الٹی سیدھی حرکتیں شروع کردیں تو ہوسکتا ہے اس بار آپ اور آپا انہیں سنبھالنے میں ناکام رہیں۔''

''تو کیا کروں میں! بیٹی اور داماد تیری منگنی میں نہ آئیں یہ کیسے گوارا کرلوں میں......! اور...... تیری سسرال والے کتنی باتیں بنائیں گے یااللہ میں کروں بھی تو کیا کروں۔'' آخر میں اماں سر تھامے روہانسی ہوکر بولیں تو مناہل نے انتہائی خاموش نگاہوں سے اماں کو دیکھا اور چپکے سے لاؤنج سے باہر نکل آئی۔

''اماں میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے جس کی بدولت آپا اور عمران بھائی منگنی میں شرکت کرسکتے ہیں مگر......!'' پرسوچ انداز میں بولتے بولتے اچانک مریم نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا تو اماں نے انتہائی بے تابانہ انداز میں مریم کے ہاتھوں کو تھام کر استفسار کیا۔

''مگر کیا مریم؟''

''اماں اگر ہم مناہل کو حمیدہ پھپھو کے گھر ان کے گاؤں بھیج دیں تو پھر آپا یقیناً یہاں آنے کو راضی ہوجائیں گی۔'' مریم نے اپنا جملہ پورا کیا۔

''ارے یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔'' اماں جوش و مسرت کے ملے جلے جذبات سمیت بولیں۔

''یہ بالکل ٹھیک رہے گا مریم، حمیدہ بے چاری اکیلی رہتی ہے۔ ایک ہی بیٹی ہے جو لاہور شہر میں بیاہ کر چلی گئی۔ حمیدہ بھی خوش ہوجائے گی اور ہمارا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔''

''مگر اماں مناہل راضی ہوجائے گی خانیوال جانے کے لیے۔'' مریم نے استفسار کیا۔

''ارے کیوں نہیں ہوگی راضی! وہ تو ہے ہی سیر سپاٹوں کی شوقین، ابن بطوطہ کی جانشین۔ دیکھنا سر کے بل جائے گی۔'' اماں جوش و مسرت سے بولیں تو مریم نے بھی مطمئن ہوکر ایک گہری سانس فضا میں خارج کی۔

❁......❁......❁
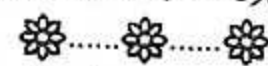
بس اڈے پر بھانت بھانت کے لوگ تھے اور اماں پچھلے آدھے گھنٹے سے مناہل کو نصیحت کیے جارہی تھیں۔

''خبردار جو تو نے اپنے برقعے کا پردہ اٹھایا اور ہاں سفر میں کسی سے بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

جب اماں نے یہی جملہ ساتویں بار دہرایا تو مناہل اچھی خاصی چڑ گئی۔

''اماں ایک تو اتنی شدید گرمی میں آپ نے مجھے یہ کالا برقع پہنا دیا اور تو اور یہ منہ کے آگے اتنا بڑا شامیانہ بھی ڈلوا دیا اور پھر اوپر سے اتنی گرم گرم نصیحتیں کیے جارہی ہیں اب تو میرا بھیجہ بیچ میں پگھلنا شروع ہوگیا ہے۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے، دیکھو کنڈیکٹر آوازیں لگا رہا ہے جا...... جا کر بس میں بیٹھ جا۔'' اماں جلدی سے بولیں تو مناہل نے بس کی جانب چل دی اور کھڑکی کے برابر والی سیٹ پر براجمان ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد بس پوری طرح سے بھر گئی تو اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگئی۔

......☆☆☆......

''ہوں تو تم یہ چھٹیاں گزارنے یقیناً ملائیشیا جارہے ہو؟ یا پھر علیشبہ کے ساتھ سنگاپور؟''

''واٹ ربش میں بھلا علیشبہ کے ساتھ سنگاپور کیوں جاؤں گا۔ میری ابھی اس سے شادی نہیں ہوئی ہے۔'' توقیر کی بات پر اشہد نے اپنے سامان کی پیکنگ کرتے کرتے بدمزہ ہوکر کہا تو توقیر نے انتہائی جاندار قہقہہ لگایا۔

''ابے میرا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تو اور علیشبہ اکیلے سنگاپور میں رہو گے۔ غالباً تمہارے ماموں وہاں رہتے ہیں نا؟''

''نہیں یار میں سنگاپور یا ملائیشیا نہیں جاؤں گا اور کہاں جاؤں گا یہ فی الحال میں نے سوچا نہیں۔'' اشہد بے پروا لہجے میں بولا۔

''ویسے یار تو بڑا لکی ہے تیری فیانسی علیشبہ بہت ایجوکیٹڈ اور سمجھدار لڑکی ہے اور تیری اتنی اچھی انڈر اسٹینڈنگ بھی ہے۔ بس میرے لیے دعا کر آج کل امی بڑے زور وشور سے میرے لیے لڑکیاں ڈھونڈ رہی ہیں بلکہ کل ہی فون پر وہ کسی لڑکی کا تذکرہ بھی کررہی تھیں،

www.paksociety.com

کیا نام بتا رہی تھیں وہ۔" بولتے بولتے آخر میں توقیر نے باقاعدہ اپنی کنپٹی پر انگشت شہادت مارتے ہوئے کہا۔

"تمہیں بھی یقیناً اچھی لڑکی مل ہی جائے گی۔ بس اللہ پر بھروسہ رکھو، میری جان۔" اشہد اس کا کندھا تھپک کر بولا تو توقیر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

دروازے پر ہونے والی دستک پر حمیدہ پھپو اپنے گھٹنوں کو بمشکل سنبھالتی ہانپتی کانپتی دروازے تک پہنچیں۔

"ارے چھری تلے دم تو لے لو کیا دروازہ ہی توڑ ڈالو گے۔" بولتے بولتے حمیدہ پھپو نے دراوزہ کھولا اور جونہی نظر برقع پوش خاتون پر پڑی تو قدرے چونک گئیں۔

"پھپو آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" مناہل ہنوز برقع میں منہ چھپائے گویا ہوئی تو حمیدہ پھپو نے مانوس سی آواز پر قدرے الجھ کر اسے دیکھا اسی دم جونہی مناہل نے نقاب الٹا حمیدہ پھپو بے تحاشا خوش ہوگئیں۔

"ارے میری بچی مناہل تو......! تو یہاں اچانک کیسے آ جا میری دھی اندر آجا۔" حمیدہ پھپو کے پرتپاک استقبال پر مناہل خوشی سے اندر آئی اور جب حمیدہ پھپو کے استفسار پر مناہل نے انہیں اپنے یہاں آنے کا مقصد بتایا تو حمیدہ پھپو سوچ میں ڈوب گئیں۔

❁......❁......❁

میری بچی میری انیلا اتنے عرصے بعد تیری صورت دیکھنا نصیب ہوئی ہے، کتنی خوبصورت ہوگئی ہے تو۔" اماں انیلا کو دیکھ کر بے تحاشا خوش ہو رہی تھیں جو آج ہی نواب شاہ سے پہنچی تھی جبکہ عمران کی متلاشی نظریں پورے گھر میں گھوم رہی تھیں۔

"میں بھی تو آپ لوگوں کو کتنے دنوں بعد دیکھ رہی ہوں اماں، مجھے اپنے ہاتھ کے پراٹھے تو کھلائیے میرا بہت دل چاہ رہا ہے کھانے کو۔" انیلا لاڈ بھرے انداز میں بولی تو اماں نثار ہوگئیں۔

"کیوں نہیں میری بچی! کھانا تو ویسے بھی تیار ہے میں ابھی تم دونوں کے لیے پراٹھے بھی بنا دیتی ہوں۔ مریم تم عمران میاں اور بہن کو ان کے کمرے میں لے جاؤ تاکہ یہ دونوں منہ ہاتھ دھو لیں میں کچن میں جا رہی ہوں۔" اماں مریم کو حکم صادر کر کے خود کچن کی جانب چل دیں تو ناچار عمران کو انیلا کے پیچھے وہاں سے اٹھنا پڑا۔

❁......❁......❁

خانیوال کی تحصیل میں واقع اس چھوٹے سے گاؤں میں مناہل انتہائی مگن ہوگئی تھی۔ وہ تھی ہی ایسی جہاں جاتی وہیں رچ بس جاتی۔ حمیدہ پھپو بھی مناہل کے آنے سے بہت خوش تھیں جو ان کے چچازاد بھائی کی بیٹی تھی۔

"پھپو وہ بھوری مرغی کسی طور میرے ہاتھ نہیں آ رہی، پورے صحن میں اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی ہے۔ باقی ساری مرغیاں میں نے کابک میں ڈال کر بند کر دی ہیں۔" سرخ و پسینے سے نم چہرہ لیے مناہل کمرے میں آئی اور تھکے تھکے انداز میں بولتی پلنگ پر ڈھے گئی۔

"ارے تمہیں کس نے کہا تھا مرغیوں کے پیچھے یوں ہلکان ہونے کو۔ ابھی شادو آ جاتی تو ساری مرغیاں کابک میں ڈال دیتی۔" پھپو جائے نماز تہہ کرتے ہوئے حلاوت آمیز لہجے میں بولیں۔

"کوئی بات نہیں پھپو مجھے مرغیاں پکڑنے میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔" مناہل ہاتھ والا پنکھا خود پر جھلتے ہوئے بولی تو اسی دم شادو کمرے میں داخل ہوئی۔

"اماں جی یہ ساری مرغیاں کس نے بند کیں؟"

"اپنی مناہل نے بس وہ بھوری والی مرغی اس کے ہاتھ نہیں آئی۔" پھپو مسکرا کر مناہل کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اماں میں نے بھوری مرغی بھی بند کر دی ہے، ویسے یہ باجی تو مجھے شہر والی لگتی ہی نہیں! کل ٹیوب ویل پر میرے ساتھ جا کر پانی کے برتن بھی بھر کر لائی تھیں۔"

"پھپو آپ کا گاؤں کافی پسماندہ ہے بالکل پرانے زمانے کی طرح یہاں لوگ کنوؤں اور ٹیوب ویل سے پانی بھر کر لاتے ہیں مگر یہ ہے بہت خوبصورت، ایک سال پہلے جب میں یہاں آئی تھی تو میرا دل ہی نہیں

چاہ رہا تھا یہاں سے جانے کو مگر......" اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی ایک تکلیف دہ احساس پوری طرح اس کے ذہن میں بیدار ہوا تھا۔

"نلوں میں پانی تو آتا ہے مگر بہت قلیل مقدار میں اسی لیے لوگ باقی کی ضرورت کنوئیں اور ٹیوب ویل کے پانی سے پوری کرتے ہیں۔" پھپو گھبرا کر بولیں کہ مبادا مناہل کے منہ سے کوئی بھولی بھٹکی بات نکل جائے جو قصہ پارینہ ہو چکی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ مناہل کو بھی گہری اذیت میں مبتلا کر دے۔

"شادو جا کر مویشیوں کو چارہ ڈال کر آ ویسے بھی آج تم بہت دیر سے آئی ہو، ابھی بہت کام پڑے ہیں۔" پھپو نے شادو کو مخاطب کیا تو وہ "جی اچھا" کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

"پھپو اس تمام قصے میں میرا تو قصور نہیں تھا نا۔" مناہل کی مضمحل سی آواز ابھری تو انہوں نے اسے چونک کر دیکھا جو اس پل انہیں بہت بکھری بکھری لگی۔

"نہیں میری چندا، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا اور یہ بات صرف ہم دونوں اور تمہاری فاخرہ خالہ جانتے ہیں مگر اب تم یہ سب بھول جاؤ اور غلطی سے بھی یہ بات دوبارہ زبان پر نہ لانا، کیوں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" پھپو اسے سمجھاتے ہوئے بولیں تو مناہل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

دروازے کی دستک پر پھپو نے جب دروازہ کھولا تو نووارد کو دیکھ کر چند ثانیے کے لیے ساکت و جامد رہ گئیں۔

"کیا ہوا مامی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی آپ کو؟" اشہد کی آواز پر یکدم وہ چونک پڑیں جو دو دفعہ انہیں سلام کرنے اور جواب نہ پانے کے بعد قدرے الجھ کر ان سے سوال کر رہا تھا۔

"ارے...... نہیں نہیں میرے بچے بھلا ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔" خود کو بمشکل سنبھال کر پھپو نے اسے گلے سے لگایا اور بڑی محبت سے اندر لے آئیں۔ مردانہ آواز سن کر مناہل کچن سے تجسس آمیز انداز میں باہر آئی تو ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ اچھا خاصا چونک اٹھی یہ صورت اسے جانی پہچانی سی لگی اسی پل اشہد نے بھی مناہل کی جانب دیکھا اور اسی دم نجانے کیوں حمیدہ پھپو سٹپٹا گئی تھیں۔

"اشہد یہ میرے چچازاد بھائی کی بیٹی ہے مناہل! کچھ دن کے لیے میرے پاس رہنے ملتان سے آئی ہے۔ بڑی پیاری بچی ہے۔" اشہد نے کافی گہری نگاہوں سے پرپل رنگ کے سوٹ میں ملبوس مناہل کو دیکھا جس کی سنہری رنگت پرپل سوٹ میں اور بھی زیادہ نمایاں ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

وہ بڑے زور و شور سے کپڑے دھونے میں مصروف تھی جب اشہد لال بھبو کا چہرہ لیے اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"یہ میرا موبائل تم نے توڑا ہے؟" اشہد سیل فون اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے بولا تو مناہل نے انتہائی چونک کر اسے دیکھا پھر بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ اچھا خاصا تپ گئی۔

"میں کیوں توڑوں گی آپ کا موبائل میری آپ کے موبائل سے بھلا کیا دشمنی؟" مناہل رکھائی سے بولی۔

"دیکھیے میڈم ابھی تھوڑی دیر پہلے جب میں نہانے گیا تھا تو یہ بالکل صحیح سالم تھا اور جب میں باہر آیا تو یہ مجھے دو ٹکڑوں میں ملا اور اس وقت آپ کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔" اشہد انتہائی ٹھہر ٹھہر کر بولا تو مناہل نے اطمینان سے اپنی شرٹ کو بالٹی میں ڈالا اور بڑے سکون سے بولی۔

"اول تو میرا نام میڈم نہیں مناہل احمد ہے اور دوسرا یہ کہ جب میں آپ کے کمرے میں گئی ہی نہیں تو موبائل میں کیسے توڑ سکتی ہوں۔"

"تو کیا پھر کسی بھوت نے آ کر یہ موبائل توڑ دیا یا کوئی جن اس کی یہ حالت بنا گیا؟" اس وقت اشہد انتہائی کوفت زدہ تھا اس کی بہت ضروری کال آنی تھی اور موبائل کی یہ حالت تھی جب کہ کوئی دوسرا فون بھی اس

کے پاس نہیں تھا۔

''ارے آپ کمال کررہے ہیں جب میں نے یہ موبائل نہیں توڑا تو کیوں آپ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟'' مناہل چڑ کر بولی اور اسی دوران شادو چھت سے نیچے آئی۔

''باجی میں نے کبوتروں کو دانہ ڈال......'' بولتے بولتے اچانک شادو کی نگاہ اشہد کے ہاتھ پر پڑی تو یکدم خاموش سی ہوگئی۔

''اگر آپ کو موبائل کی ضرورت ہے تو آپ میرا لے لیجیے، مجھے اس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔'' مناہل کچھ سوچتے ہوئے بولی پھر شادو سے کہا۔

''پھپو کے کمرے سے میرا موبائل لادو، ان کا موبائل نجانے کیسے ٹوٹ گیا ہے، ان کو ضرورت ہوگی۔''

''وہ......وہ بھائی جی! مجھے معاف کردیجیے یہ آپ کا فون میرے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔'' شادو انتہائی شرمندہ ہو کر انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تو اشہد بے پناہ شرمندہ ہوگیا خوامخواہ وہ مناہل پر الزام دھر رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ مناہل کی جانب دیکھا جو بالکل نارمل چہرے کے ساتھ دوبارہ کپڑے دھونے میں مگن ہوگئی تھی۔

''آیئے بھائی جی میں آپ کو باجی کا فون دے دیتی ہوں۔'' شادو کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو اشہد یکدم چونک اٹھا پھر خاموشی سے شادو کے پیچھے چل دیا۔

❁......❁......❁

''ہوں اب بتا اشہد اتنے عرصے بعد تجھے مامی کی یاد کیسے آگئی؟'' کھانے سے فراغت کے بعد جب اشہد حمیدہ پھپو کے ساتھ تخت پر بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کررہا تھا جب اچانک ہی پھپو نے استفسار کیا۔ چند ثانیے اشہد خاموش رہا پھر دھیرے سے بولا۔

''بس یہاں چھٹیاں گزارنے چلا آیا۔''

''اچھا! تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں کہ صرف چھٹیاں گزارنے تم یہاں آئے ہو، یہ بتاؤ علیشبہ کیسی ہے؟ شادی کب تک کررہے ہو؟'' حمیدہ پھپو نے قصداً ہی اس موضوع کو بدلا۔

''علیشبہ ٹھیک ہے، شادی تو فی الحال ابھی نہیں کررہا علیشبہ کی اسٹڈی بھی چل رہی ہے۔'' اشہد بے پروائی سے بولا پھر اچانک اس کے ذہن میں کچھ در آیا تو وہ بے ساختہ بولا۔

''مامی یہ لڑکی مناہل یہاں کب تک رہے گی؟ مجھے تھوڑی سی عجیب لگتی ہے۔'' اشہد نجانے کیوں مناہل سے الجھ رہا تھا۔ حالانکہ صرف دو یا تین بار ہی اس کی مناہل سے بہت مختصر بات ہوئی تھی۔

''ارے عجیب کیوں لگتی ہے تمہیں؟ اتنی پیاری تو ہے میری بیٹی۔'' پھپو پیار بھرے لہجے میں بولیں۔ انہیں مناہل بہت عزیز تھی۔

''دراصل مناہل کے ساتھ ایک مسئلہ ہوگیا ہے اور وہ مسئلہ ہے اس کا بہنوئی عمران۔'' حمیدہ پھپو سنجیدگی سے بولیں تو اشہد کے اندر تجسس نے سر ابھارا۔

''بہنوئی عمران وہ کیسے؟''

''ارے انیلا کی شادی سے چار دن پہلے ہی اچانک عمران نے مناہل سے شادی کرنے کی خواہش کردی، بھابی اور انیلا تو صدمے سے جیسے ادھ موئی ہوگئیں۔ جگ ہنسائی کا خوف اور پھر بیٹی کی بدنامی کے خدشات نے گویا بھابی کو زندہ درگور ہی کردیا، پھر عمران کے گھر کے بڑے بزرگوں نے عمران کو سمجھایا بجھایا اونچ نیچ سے آگاہ کیا تو عمران ناچار، انیلا سے شادی پر رضامند ہوگیا اور شادی بھی ہوگئی، مگر انیلا کے دل میں یہ ان اتر گئی کہ مناہل کی وجہ سے اس کا گھر بسنے سے پہلے ہی اجڑنے والا تھا۔ شادی ہوتے ہی وہ نواب شاہ رخصت ہوگئی، اب اس کی بہن مریم کی منگنی کا سلسلہ چلا تو وہ صرف اسی شرط پر ملتان آئی کہ مناہل وہاں موجود نہ ہو۔ لہٰذا بھابی نے اسے یہاں بھیج دیا۔'' پھپو پوری تفصیل سے گویا ہوئیں تو اشہد نے بے ساختہ پھپو کے کمرے کی جانب دیکھا جہاں وہ اندر موجود تھی۔

❁......❁......❁

موبائل کی زور و شور سے بجتی بیپ پر وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور بناء اسکرین پر نظر ڈالے یس کا بٹن دبایا تاکہ اس میوزک کا

گلا گھونٹ سکے۔

''حد ہوتی ہے اشہد بے پروائی اور غیر ذمہ داری کی۔ تم نے مجھے بتانے کی زحمت تک گوارا نہیں کی اور وہاں خانیوال جاکر بیٹھ گئے آئی ول کل یو اشہد۔''

''ایم سوری علیشبہ تم اپنے امتحانوں میں مصروف تھیں تو میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔'' اشہد جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولا تو علیشبہ مزید چڑ گئی۔

''تم مجھ سے اتنے فارمل کیوں رہتے ہو اشہد! تم مجھے کبھی بھی کسی وقت بھی ڈسٹرب کرسکتے ہو۔ میں کوئی غیر تو نہیں ہوں کچھ عرصے بعد ہماری شادی ہونے والی ہے۔''

''اوکے بابا آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ اب تم فون بند کرو میں فریش ہوکر ناشتا کرنے کے بعد تمہیں فون کرتا ہوں۔'' اشہد نرمی سے بولا تو علیشبہ نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

❁......❁......❁

مناہل شادو کے ہمراہ کنویں سے پانی بھر کر لانے کے لیے گھر سے نکلی تو سامنے سے آتے اشہد سے ان کا ٹکراؤ ہوگیا جب شادو کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ وہ پانی بھرنے جارہی ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہولیا۔

''تمہارا موبائل میں گھر جاکر لوٹا دوں گا اور سم تو اسی دن میں نے شادو کے ہاتھ تمہیں بھجوادی تھی۔ میں دراصل تم سے......!''

''میں نے آپ کو معاف کردیا۔'' اچانک مناہل اس کا جملہ کاٹ کر انتہائی بے پروا انداز میں بولی تو اشہد حیرت سے اسے دیکھنے لگا، نجانے شادو کسی سے بات کرتے ہوئے پیچھے رہ گئی تھی۔ دونوں پگڈنڈی کی جانب آئے تو اشہد مناہل سے مخاطب ہوا جو لیمن کلر کے سوٹ میں اپنے منفرد انداز سمیت آج بھی بہت خاص لگ رہی تھی۔

''میں نے تم سے معافی کب مانگی؟'' اشہد اسے نگاہوں کی گرفت میں پوری طرح لیتے ہوئے بولا۔

''نہیں مانگی مگر مانگنے والے تھے۔'' مناہل اتنے پر یقین لہجے میں بولی کہ اشہد محض اسے دیکھتا رہ گیا پھر یکدم ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔

''ہوں کافی ذہین ہو تم! ویسے تمہاری ایجوکیشن کیا ہے؟''

''سائیکالوجی میں ماسٹرز کررہی ہوں۔'' وہ انتہائی سادگی سے بولی تو اشہد متاثر ہوئے بناء نہ رہ سکا۔

''ویری نائس! ویسے لگتی تو تم کافی چھوٹی ہو۔ اس کا مطلب ہے عمر چور ہو۔'' اشہد کو اس سے باتیں کرنے میں مزہ آرہا تھا مناہل اسے کافی دلچسپ لگی، بے پروا اور خود میں مگن تھوڑی منفرد تھوڑی چھپی چھپی سی کسی راز کی مانند۔

''یہ آپ کی رائے ہے ورنہ سب مجھے بڑا ہی سمجھتے ہیں۔'' مناہل کنوئیں کے قریب پہنچ کر رسانیت سے بولی پھر یونہی مناہل سے بات کرنے کی غرض سے بولا۔

''مامی کے پاس پہلی بار آئی ہو کیا؟''

''نہیں ایک سال پہلے بھی آئی تھی۔'' اشہد کے اچانک استفسار پر مناہل بے ساختہ جواب دے گئی۔ اشہد نے بے تحاشا چونک کر اسے دیکھا اس پل نجانے کیوں مناہل اسے گھبرائی گھبرائی سی لگی۔

''مناہل تم اشعر سے ملی تھیں؟'' اشہد کے اس جملے نے مناہل کو اچھا خاصا بدحواس کردیا۔ بے ساختہ اسٹیل کا مٹکا اس کے ہاتھوں سے پھسل کر زمین بوس ہوگیا۔

''کون اشعر میں کسی اشعر کو نہیں جانتی۔'' مناہل قطعیت بھرے انداز میں بولی۔

''تم بتارہی ہو کہ ایک سال پہلے تم یہاں آئی تھیں اور ایک سال پہلے اشعر بھی یہاں آیا تھا، حیرت ہے تم دونوں کی آپس میں ملاقات کیسے نہیں ہوئی؟'' اشہد اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نجانے کیا کھوجنے کی کوشش کررہا تھا۔

''میں کسی اشعر نامی انسان سے نہیں ملی ہوسکتا ہے وہ میرے جانے کے بعد یہاں آئے ہوں یا پھر میں ان کے جانے کے بعد۔'' اس بار مناہل کافی خود اعتمادی سے بولی، انتہائی سرعت سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔

"یااللہ کیا پھر کوئی نئی مصیبت میری منتظر ہے۔" وہ بے ساختہ دل ہی دل میں بولی۔

"مجھے فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ......"

"میں کل شام یہاں سے جارہا ہوں۔" اشہد کی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو یکدم توڑا تو مناہل نے قدرے چونک کر اس کی جانب دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔

"تم سے ملاقات اچھی رہی اگر زندگی نے موقع دیا تو ہم پھر کبھی ضرور ملیں گے۔" اشہد جوش اخلاق سے بولا تو مناہل نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"ویسے تو میری پوسٹنگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں ہوتی رہتی ہے مگر میرا گھر کراچی میں ہے' کبھی کراچی آنا ہو تو میرے گھر ضرور آنا۔" اشہد نرم لہجے میں بولا تو مناہل نے دلچسپی سے استفسار کیا۔

"اچھا آپ کراچی میں رہتے ہیں' مجھے کراچی دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ویسے آپ کی جاب کیا ہے؟"

"میں پاکستان آرمی میں ہوں۔" اشہد نارمل لہجے میں بولا جب کہ مناہل فرط جوش سے اچھل پڑی۔

"واقعی آپ آرمی میں ہیں؟ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوسکا۔"

"کیوں آرمی والوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں یا پھر دم ہوتی ہے؟" اشہد اس کا اشتیاق اور مسرت دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"نہیں جناب! ایسا کچھ نہیں ہوتا' مگر پھر بھی کچھ تو ہوتا ہے۔"

"اچھا! کیا ہوتا ہے؟" اشہد کو مناہل سے باتیں کرکے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے انتہائی دلچسپی سے استفسار کیا۔

"جیسے وہ کافی اکھڑ مزاج اور سخت طبیعت کے حامل ہوتے ہیں اور بہت زیادہ بااصول بھی۔" مناہل مٹکا ایک طرف رکھ کر کنوئیں کی منڈیر کے دوسری جانب تکتے ہوئے بولی۔

"ہوں علیشبہ بھی یہی کہتی ہے اسے بھی آرمی والے بہت سخت مزاج لگتے ہیں کیونکہ اس کے پاپا میرے باس مطلب کرنل ہیں۔" اشہد سہولت سے بولا تو مناہل مسکرانے لگی۔

"آپ کی منگیتر ہیں نا علیشبہ؟" مناہل کے استفسار پر اشہد نے اثبات میں سر ہلایا کہ معاً اس کے ذہن میں کچھ آیا۔

"تمہیں آرمی کے لوگ پسند ہیں ناں' کہو تو تمہارا رشتہ دیکھوں؟" اشہد کی اس بات پر مناہل کو بے ساختہ زور کی ہنسی آگئی۔

"ارے آپ تو بالکل رشتہ کرانے والی بوا کی طرح بات کررہے ہیں' نہیں جی آپ کا شکریہ۔"

"میں واقعی سیریس کہہ رہا ہوں مناہل! تمہیں بہت آسانی سے رشتہ مل سکتا ہے رنگیلی!" اشہد اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تو مناہل اس کے بے باک تجزیے پر جھینپ سی گئی۔

"اشہد پلیز اب خاموش ہوجائیں۔" چہرے پر حیا کی بکھری سرخی اور آواز میں لجاجت کے انوکھے رنگ اس پل مناہل کو بہت خوبصورت بنا رہے تھے اشہد اسے دیکھ کر مسکرانے لگا اور مزید اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا۔

"میرے بیچ میں تین لڑکے اس وقت بالکل کنوارے ہیں' تم کہو تو میں بات چلاؤں۔"

"اُفوہ...... آپ کیوں عورتوں جیسی باتیں کرنے لگے۔" مناہل اچک کر منڈیر پر سے اترتے ہوئے بولی مگر اسی پل نجانے کیسے اس کا پاؤں زور سے مڑا بے ساختہ ایک چیخ اس کے ہونٹوں سے نکلی۔

"کیا ہوا مناہل!" اشہد جلدی سے اتر کر اس کے پاس جاکر فکر مندی سے بولا جو اس وقت پاؤں پکڑے تکلیف کی شدت کو برداشت کرنے میں بے حال ہوئے جارہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہارے پیر میں موچ آگئی ہے لاؤ مجھے دکھاؤ۔"

"نہیں پلیز پیر کو ہاتھ نہیں لگائیے گا مجھے بہت تکلیف ہورہی ہے۔" اشہد کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر مناہل بے ساختہ بولی تھی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر تیزی سے اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

"اوہ کم آن مناہل بہادر بنو یہ کیا بچوں کی طرح رونے لگیں' مجھے پیر دکھاؤ۔" اشہد رعب سے بولا پھر جھک کر اس کا پاؤں اپنے ہاتھوں میں تھاما اور چند ہی سیکنڈ میں پاؤں کی موچ مہارت سے نکال دی' البتہ ایک زوردار چیخ ضرور فضاء میں بلند ہوئی۔ اشہد اطمینان سے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سہارا دے کر مناہل کو بھی اٹھایا۔

"آپ نے تو فوراً میرا پیر ٹھیک کردیا۔" وہ ممنون لہجے میں بولی۔

"میڈم آرمی کا بندہ ہوں' ہمیں ہر چیز کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔" اشہد شوخی سے بولا تو مناہل بھرپور انداز میں مسکرادی۔

❀......❀......❀

"اگلے دن کی شام جب اشہد نے رخت سفر باندھا تو مناہل سے اس کی بہت اچھی دوستی ہوچکی تھی۔ وہ دو دن مزید یہاں رہ کر واپس ملتان جانے والی تھی۔ جاتے وقت حمیدہ پھپھو نے اشہد کو سمجھایا تھا۔

"بیٹا ایک سال پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ محض حادثہ تھا مشیت الٰہی تھی تم اس بات کو بھول جاؤ بچے۔"

"مامی کیا واقعی آپ اس لڑکی کو نہیں جانتیں؟" اشہد اپنے بازو سینے پہ رکھے انہیں جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ حمیدہ پھپھو پہلے ہی اشہد کے سوال کے لیے خود کو تیار کرچکی تھیں وہ اشہد کے ذہن میں بکھری دھند اور کہر کو صاف کرنا چاہتی تھیں۔ ایک گہری سانس فضاء میں سپرد کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر بولیں۔

"میں نہیں جانتی۔" کسی کے عیب پر پردہ ڈالنے اور ممکنہ فساد سے بچاؤ کے لیے بولا جانے والا جھوٹ' جھوٹ نہیں ہوتا۔ یہ جھوٹ بولتے ہوئے حمیدہ پھپھو اپنے آپ کو بھی سمجھا رہی تھیں۔

"مامی آپ تو جانتی ہیں نا کہ اس پوری دنیا میں اشعر کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا' امی ابو کی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات کے بعد اشعر ہی میرے لیے سب کچھ تھا۔" اشہد صدمے کی کیفیت میں گھر کر بولا تو حمیدہ پھپھو نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بچے میں جانتی ہوں' مگر اشعر بس اتنی ہی زندگی لکھوا کر آیا تھا یہ تقدیر کا فیصلہ تھا اور تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں' انہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔" حمیدہ پھپھو انتہائی محبت و حلاوت سے اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا پھر مناہل اور حمیدہ پھپھو کو خدا حافظ کہہ کر اس نے کراچی کی راہ لی اور دو دن بعد مناہل بھی ملتان واپس آگئی۔

❀......❀......❀

انیلا آپا واپس نواب شاہ جاچکی تھیں۔ مریم کی منگنی بخیر وعافیت انجام پاگئی تھی۔ اس نے بھی یونیورسٹی جانا شروع کردیا تھا ویسے بھی اتنی چھٹیوں کی بدولت پڑھائی کا کافی حرج ہوگیا تھا۔ ملتان آکر وہ اپنی پڑھائی اور گھر کے کاموں میں بہت مصروف ہوگئی تھی مگر اتنی مصروفیت کے باوجود اشہد کا خیال اس کے ذہن کے دریچوں میں آکر ضرور جھانک لیتا' کبھی کبھی وہ فرصت سے اشہد کے متعلق سوچتی تو لب آپ ہی آپ مسکرانے لگتے۔ دل جیسے جھوم جھوم اٹھتا اور سانسیں گویا مہک سی جاتیں۔ کوئی تو بات ہے اشہد کی شخصیت میں جو سحر انگیز ہے جو مسحور کن ہے اس کی مغرور بھنویں یا پھر وہ کھڑی ناک یا پھر اس کا سادہ بے پروا انداز' مناہل اشہد کی شخصیت کی خوبصورتی میں وہ پہلو ڈھونڈنے کی کوشش کرتی جو مناہل کو بہت اچھی لگتی تھی۔

آج وہ یونیورسٹی سے گھر آئی تو اماں کا موڈ حسب معمول ناگوار ہی دیکھا' نجانے مناہل سے وہ کیوں بیزار اور عاجز سی رہتی تھیں۔ اوپر سے جب سے عمران والا قصہ ہوا تھا اماں سمجھتی رہتی جیسے اس سارے معاملے میں قصوروار صرف وہ تھی۔

"اماں آج رات کے لیے کھانے کیا پکاؤں؟" مناہل

کپڑے چینج کرکے اماں کے پاس آکر گویا ہوئی تو اماں کو جیسے پتنگے لگ گئے۔

"زہر پکا ڈال اور کھلا دے ہم سب کو تا کہ سارا قصہ ہی ختم ہوجائے۔" اماں کے اتنے شدید ردعمل پر مناہل اپنی جگہ جم سی گئی۔

"کاش تیری جگہ اللہ نے مجھے بیٹا دیا ہوتا تو آج یہ دن مجھے نہ دیکھنے پڑتے۔" کئی بار بولا جانے والا جملہ اماں نے پھر دہرایا جو اس کے لیے ہرگز نیا نہیں تھا جب سے ابا کا انتقال ہوا تھا اماں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے یہی بات جتاتی رہتیں کہ تیسرے بچے کی پیدائش کے لیے ڈاکٹروں نے منع کردیا تھا کہ آئندہ وہ ماں بننے سے گریز کریں مگر صرف بیٹے کی چاہت نے انہیں یہ خطرہ مول لینے پر مجبور کردیا تھا مگر جب انتہائی دعاؤں اور منتوں مرادوں کے باوجود ان کی گود میں لڑکی آئی تو نجانے کیوں اماں کو اس بچی سے چڑ سی ہوگئی۔ مناہل ان چاہی اولاد تھی البتہ اپنے ابا کی بے حد لاڈلی تھی مگر سات سال پہلے جب وہ دار فانی سے کوچ کرگئے تو وہ اماں کے سرد و گرم رویوں کی لپیٹ میں آگئی تھی باقی دو بڑی بہنیں اماں کی انتہائی لاڈلی تھیں مگر مناہل کے ساتھ ان کا سلوک سوتیلی ماؤں والا تھا۔

"ہوا کیا ہے اماں..... کس بات پہ آپ کو اتنا غصہ آرہا ہے؟" مناہل نے انتہائی تحمل سے استفسار کیا۔

"ارے ہونا کیا ہے صرف تیری وجہ سے عمران میری انیلا کو خوش نہیں رکھ پارہا۔ ارے جنم جلی ناس پیٹی ایسا کیا منتر پھونک دیا تو نے عمران پر جو تیرے لیے باؤلا ہورہا ہے۔" اماں کی بات پر مناہل نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ انتہائی مضمحل انداز میں تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر ڈھے گئی۔ اس پل اس کے اندر اتنی گھٹن بڑھی کہ اس کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر رونا شروع کردے کہ معاً اس کا موبائل بج اٹھا اس نے چونک کر موبائل فون کی جانب دیکھا اور اسکرین پر جگمگاتے اجنبی نمبر کو دیکھ کر وہ سوچ میں پڑگئی پھر بے دھیانی میں یس کا بٹن دبا کر کانوں سے لگایا۔

"ہیلو مناہل میں اشہد بات کررہا ہوں۔" اس دم مناہل کو لگا جیسے فضا یکدم گنگنا اٹھی ہو ساری کثافت اور گھٹن سر پر پیر رکھ کر نجانے کہاں بھاگ گئی تھی۔ مناہل کے اندر جیسے زندگی سی جاگ اٹھی تھی۔

"ہیلو اشہد! آپ نے کیسے فون کرلیا؟" وہ بمشکل اپنی خوشی پر قابو پا کر بولی۔

"تم سے دوستی کی ہے آخر تمہاری خیر خبر تو رکھنی پڑے گی نا۔" وہ انتہائی فریش انداز میں بولا تو مناہل بے ساختہ مسکرادی۔

"اچھا یہ دوست یاد ہے آپ کو! میں تو سمجھی تھی کہ کب کا مجھے بھول گئے ہوں گے۔" بے ساختہ مناہل کے منہ سے اس کے دل کی بات نکل گئی۔

"اتنا بے وفا سمجھ لیا مجھے۔" اشہد کی مسکراتی آواز فون سے ابھری تو بے اختیار اس نے سیل فون کی جانب دیکھا ایسا لگا جیسے اشہد اس کے قریب سے بولا ہو۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ فون کریں گے۔" مناہل صاف گوئی سے بولی پھر تقریباً اشہد نے آدھا گھنٹہ اس سے بات کی جو آج کل کھاریاں میں تھا۔ آدھے گھنٹے بعد جب مناہل نے فون بند کیا تو اس پل وہ اپنے آپ کو کافی ہلکا پھلکا اور فریش محسوس کررہی تھی۔

❀......❀......❀

"علیشبہ نہ صرف اشہد کی منگیتر تھی بلکہ اچھی دوست بھی تھی۔ وہ یہ بات واضح طور پر محسوس کررہی تھی کہ اشہد کی باتوں میں آدھے سے زیادہ تذکرہ مناہل کا ہی ہوتا تھا اس بار وہ کراچی آیا تو علیشبہ نے کافی سوچ بچار کے بعد اس سے سوال کر ڈالا جسے سن کر اشہد چند ثانیے کے لیے خاموش سا ہوگیا۔

"اشہد یہ بات تمہیں معلوم ہے کہ ہم منگیتر ہونے سے پہلے ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست ہیں تم مجھ سے اپنی فیلنگز شیئر کرسکتے ہو۔" علیشبہ دوستانہ انداز میں گویا ہوئی تو اشہد نے ایک نگاہ علیشبہ پر ڈالی پھر ایک گہری

سانس بھر کر رہ گیا یہ درست تھا کہ علیشبہ کے ساتھ اس کی بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی تھی وہ اس کے پاس کی بیٹی تھی اور پچھلے پانچ سال سے دونوں دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے مگر "محبت!" شاید دونوں ہی اس جذبے سے فی الحال ناآشنا تھے۔

"علیشبہ میرے خیال میں مناہل اچھی لڑکی ہے اور مجھے بھی وہ اچھی لگتی ہے مگر....." بولتے بولتے وہ قدرے رکا تھا علیشبہ پوری توجہ سے اپنی تھوڑی ہتھیلی پر ٹکائے اسے سن رہی تھی۔

"محبت..... مجھے نہیں معلوم کہ میں مناہل سے محبت کرتا ہوں یا نہیں۔" اشہد ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا پھر میز پر دھرا کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگالیا' علیشبہ اور اشہد شہر کے مشہور کافی شاپ میں بیٹھے محو گفتگو تھے۔

"ہوں تو اس بات کا ادراک تمہیں نہیں ہے کہ مناہل صرف تمہاری پسند ہے یا پھر تم اس سے محبت کرنے لگے ہو؟" علیشبہ نے بھی اپنا کپ اٹھالیا تھا۔ اشہد نے اس پل علیشبہ کو فکر انگیز انداز میں دیکھا۔

"تم کو برا تو نہیں لگا نا؟"

"اوہ کم آن اشہد! تم جانتے ہو میری نیچر کو اگر تم یہ بھی کہتے کہ تمہیں مناہل سے محبت ہوگئی ہے میں تب بھی برا نہیں مانتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے۔" آخر میں علیشبہ مسکرا کر بولی۔

"تم تو جیسے میرے فراق میں ادھ موئی ہوئی جارہی ہو نا۔" اشہد طنزاً بولا تو علیشبہ نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"اگر تم آرمی میں نہ ہوتے تو شاید محبت ہوہی جاتی۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی تو اشہد بھی مسکرانے لگا۔

❀......❀......❀

دن یونہی ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے گزرتے چلے گئے۔ مناہل فائنل ایئر میں آگئی تھی۔ انیلا آپا نے دو ماہ پہلے ایک خوبصورت بیٹے کو جنم دیا تھا' عمران اور انیلا ہر بات بھول کر قدرت کی اس نعمت پر نثار ہورہے تھے۔ اماں پورے ایک ماہ نواب شاہ رہ کر آئی تھیں' انیلا کی ازدواجی زندگی سے اب وہ کافی مطمئن تھیں۔ مریم کی شادی کی تاریخ طے ہوچکی تھی جو چھ ماہ بعد تھی اماں نے گاہے بگاہے مریم کے جہیز کی کافی تیاریاں کرلی تھیں لہٰذا کوئی افراتفری نہیں ہوئی۔ اشہد آٹھ ماہ پہلے ایک نہایت ہی اہم اور خفیہ مشن پر گیا ہوا تھا اور آٹھ ماہ سے اس نے مناہل سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ علیشبہ آج کل اپنی خالہ کے پاس امریکا گئی ہوئی تھی۔ مناہل یونیورسٹی سے گھر آئی تو ٹیلی فون کے پاس صوفے پر اماں کو مضمحل و پریشان سا بیٹھے دیکھا' وہ تیزی سے ان کے پاس چلی آئی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا اماں آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں۔" مناہل نے فکر مندی سے استفسار کیا تو اماں نے ایک گہری سانس کھینچی۔

"تمہاری حمیدہ پھپھو بہت بیمار ہیں ابھی ان کی بیٹی شبانہ کا فون آیا تھا۔ وہ تمہیں بہت یاد کررہی ہیں۔" اماں کی زبانی پھپو کی علالت کا سن کر مناہل ازحد پریشان ہوگئی۔

"اماں پھر ہمیں کب چلنا ہے؟" مناہل نے بے تابی سے استفسار کیا۔

"تجھے تو معلوم ہے کہ آتی سردیوں میں مجھے گھٹیا کی کس قدر تکلیف ہوجاتی ہے اور اکیلے میں گھر کا کیسے کام کاج کرسکتی ہوں لہٰذا مریم اور میرا جانا تو بے حد مشکل ہے۔ ایسا کر تو ہی چلی جا۔" اماں کی بات پر اس نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں اماں میں چلی جاتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب چل دی تا کہ جلد از جلد پیکنگ کرکے وہ گاؤں کے لیے روانہ ہوسکے۔

❀......❀......❀

"شکر ہے مناہل تم آگئیں اماں تمہیں بہت یاد کررہی تھیں۔" شبانہ اسے گلے لگاتے ہوئے بولی تو مناہل شبانہ سے مل کر انتہائی عجلت میں پھپو کے کمرے کی جانب بھاگی۔ حمیدہ پھپو اسے بہت عزیز تھیں۔ حمیدہ پھپو نے مناہل کو دیکھا تو جیسے کھل اٹھیں۔

"میری بچی تو کب آئی؟" انتہائی کمزوری کے باوجود

اس پل ان کی آواز میں جوش و مسرت صاف محسوس کیا جاسکتا تھا۔

"یہ کیا حالت بنالی ہے پھپھو آپ نے اپنی' بس آپ جلدی سے ٹھیک ہوجائیں ورنہ میں بے حد پریشان رہوں گی۔" مناہل پھپھو کے گلے لگتے ہوئے انتہائی فکر مندی سے گویا ہوئی تو پھپھو پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔

"ارے پگلی جب اس رب نے دنیا میں بھیجا ہے تو دنیا سے جانے کا بلاوا بھی تو بھیجے گا ناں! میں کیا قیامت تک کے لیے جینے کے لیے آئی ہوں۔" پھپھو ہلکے پھلکے انداز میں بولیں تو مناہل تڑپ اٹھی۔

جب تک مناہل کے ابا زندہ رہے پھپھو باقاعدگی سے وہاں آتی تھیں۔ مناہل سے انہیں خصوصی محبت و لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ مناہل بھی حمیدہ پھپھو سے بہت محبت کرتی تھی۔

"شبانہ باجی آپ لوگوں نے کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا۔" شبانہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر مناہل نے پوچھا۔

"ہاں مناہل میں اور تمہارے بہنوئی اماں کو یہاں کے سب سے اچھے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تھے۔ تمہیں تو معلوم ہے ناں یہاں سے دس کلومیٹر دور ایک ہی ہوسپٹل ہے ڈاکٹر نے کہا کہ انہیں وہاں داخل کرادو مگر اماں تو ہوسپٹل کے نام سے ہی گھبرا جاتی ہیں۔" شبانہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولی تو مناہل سوچ میں پڑگئی' حمیدہ پھپھو کو ہاسپٹل کے نام سے کپکپی طاری ہوجاتی تھی' چاہے وہ کتنی ہی بیمار کیوں نہ ہوجائیں مگر ہاسپٹل جانے کو ہرگز تیار نہیں ہوتی تھیں اور انہیں اس بات کے لیے رضامند کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اب ایک ہی شخص تھا جو انہیں ہاسپٹل میں داخل کرواسکتا تھا۔ مناہل نے اسی وقت حمیدہ پھپھو سے چھپ کر اسے فون کرڈالا اور وہ جو چند دن پہلے ہی کھاریاں سے لوٹا تھا پھپھو کی علالت کی خبر سن کر اسی شام وہاں آپہنچا۔

"مامی آپ کو میری قسم ہسپتال چلیے' پلیز ضد مت کیجیے ہماری خاطر ہی مان جائیے۔" اشہد کافی دیر سے انہیں منا رہا تھا مگر حمیدہ پھپھو قطعاً انکاری تھیں۔

"نا بچے نا مجھے سکون سے گھر پر ہی مرنے دو' میں نہیں جانا چاہتی ہسپتال۔" حمیدہ پھپھو لجاجت سے بولیں تو اشہد نے مارے بے بسی کے سر تھام لیا۔ پھر اشہد' مناہل اور شبانہ نے فیصلہ کیا کہ شہر کے کسی اچھے ڈاکٹر کو گھر پر ہی بلالیا جائے۔ اشہد کے کئی نامور ڈاکٹروں سے بہت اچھے تعلقات تھے اس نے ڈاکٹر فرحان مرزا کو فون بھی کردیا تھا۔ جو کچھ ہی گھنٹوں میں پہنچنے والے تھے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی موت کا بے رحم پنچھی پھپھو کو لینے آن پہنچا تھا اور اپنے سنگ اڑا لے گیا تھا۔ شبانہ اور مناہل کو بے حد صدمہ تھا خود اشہد بھی کافی افسردہ تھا' حمیدہ بیگم محبت و شفقت کرنے والی عورت تھیں گو کہ شہر میں ان کے تمام رشتے دار تھے مگر اپنے شوہر کے سنگ جس گاؤں میں بیاہ کرآئی تھیں آخری دم تک وہیں رہی تھیں۔ حمیدہ پھپھو کے سوئم کے بعد مناہل نے واپسی کے لیے رخت سفر باندھا تھا اب بھلا یہاں کون تھا جو وہ یہاں ٹھہرتی۔

"تو تم جارہی ہو؟" وہ بیگ تیار کررہی تھی جب ہی اشہد کمرے میں داخل ہوا۔

"ہوں اب یہاں رک کر کرنا بھی کیا ہے حمیدہ پھپھو کے دم سے ہی تو یہ گھر' گھر تھا اب تو یہاں مجھے وحشت ہورہی ہے۔" مناہل بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولی تو اشہد اسے محض دیکھے گیا' وہ اسے کافی عرصے کے بعد دیکھ رہا تھا' جانا تو اسے بھی تھا مگر وہ یہ نہیں چاہ رہا تھا کہ مناہل ملتان چلی جائے۔ مناہل میں نجانے ایسی کون سی کشش تھی کہ اشہد کا دل چاہا کہ مناہل ہر وقت اس کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ اس سے ڈھیر ساری باتیں کرے۔

"آپ کب تک جائیں گے۔" مناہل کی آواز پر وہ اپنے دھیان سے چونکا۔

"ہوں میں سوچ رہا ہوں کہ آج ہی نکل جاؤں۔"

"تم ایسا کرو میرے ساتھ ہی چلو میں تمہیں ملتان چھوڑ کر آگے نکل جاؤں گا۔" اشہد سہولت سے بولا تو

مناہل سوچ میں پڑگئی پھر قدرے توقف کے بولی۔

"آپ کو زحمت ہوگی پہلے اتنا دور جاکر مجھے چھوڑیں گے اور پھر......!" اتنا کہہ کر وہ خاموش سی ہوگئی۔

"ارے تم یہ غیروں جیسی باتیں کیوں کررہی ہو؟ کیا تم یہ بھول تو نہیں گئی کہ ہم اچھے دوست ہیں۔" اشہد برا مانتے ہوئے بولا تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"اوکے بابا جیسے آپ کی مرضی۔" اشہد کمرے سے نکلا تو صحن میں شبانہ اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ روانہ ہونے کو تیار کھڑی تھی۔ اشہد کو دیکھتے ہی اس کی جانب آئی۔

"اشہد میں اپنے گھر جارہی ہوں' یہاں زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتی' بچوں کے بھی امتحان ہونے والے ہیں اور تمہارے بہنوئی کے آفس کا بھی حرج ہورہا ہے۔" یہ کہہ کر شبانہ مناہل کو خدا حافظ کہنے کی غرض سے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی جبکہ اشہد شبانہ کے شوہر کے ہمراہ سامان اٹھا گاڑی میں رکھنے لگا۔

"اچھا بھئی اشہد اب اجازت دو' کبھی موقع ملے تو ہماری طرف ضرور آنا۔" شبانہ کا شوہر سلیم اشہد سے بولا تو اشہد نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔ پھر اچانک کچھ یاد آنے پر سلیم گویا ہوا۔

"اشہد مجھے اشعر کی ناگہانی موت کا معلوم ہوا بہت افسوس ہوا یار۔" اشعر کے نام پر اشہد یکدم اداس ہوگیا پھر معاً کوئی خیال ذہن میں در آیا تو وہ بے ساختہ بولا۔

"سلیم بھائی جب اشعر یہاں گاؤں آیا تھا تو یہاں کوئی لڑکی......" بولتے بولتے وہ یکدم رکا پھر لفظوں کو ترتیب دے کر ایک بار پھر گویا ہوا۔

"میرا مطلب ہے اس گاؤں میں ان دنوں شہر سے کوئی لڑکی بھی آئی ہوئی تھی کیا؟"

"ہاں آئی ہوئی تھی ناں اپنی مناہل مجھ سے شبانہ نے تذکرہ کیا تھا۔"

"کیا......؟" اشہد کو لگا جیسے پوری کائنات یکدم اس کی طرح ساکت ہوگئی ہو۔ وہ نام وہ لڑکی جس کو جاننے کے لیے وہ دن رات کسی ایسے پرندے کی مانند بے قرار تھا جسے اچانک ایک ایسے پنجرے میں ڈال دیا ہو جہاں سے وہ رہائی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہو۔ صحرا میں بھٹکے ایک ایسے شخص کی طرح ریگستانوں میں میلوں برہنہ پاؤں چل رہا ہو کہ کہیں سے پانی کا حصول ممکن ہوجائے اور سلیم بھائی نے کس قدر آسانی سے اس کی اتنی بڑی مشکل جو اب اسے کبھی حل ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھی نہایت سہولت سے دور کردی تھی۔ سلیم بھائی اشہد کو جواب دے کر گاڑی میں نجانے کیا تلاش کررہے تھے جبکہ اشہد کے بت بنے جسم میں آہستہ آہستہ جان آرہی تھی۔

"منا......ہل" ہوش میں آتے ہی انتہائی خاموشی سے اس کے جامد لبوں سے بڑے دھیرے سے یہ نام نکلا پھر یکدم اس کا دل چاہا کہ وہ اپنے بالوں کو نوچ ڈالے اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردے۔ وہ لڑکی جسے نجانے کیوں اپنے دل کے آس پاس محسوس کرنے لگا تھا وہ لڑکی جس سے باتیں کرکے نجانے کیوں اس کی روح میں طمانیت سی دوڑ جاتی تھی وہ لڑکی جسے دیکھ کر اس کا اداس دل مسکرانے پر آمادہ ہوجاتا تھا' اسی لڑکی کی خاطر آج اس کا جوان وکڑیل بھائی موت کے مہیب اندھیروں کو اپنے وجود سے لپیٹے منوں مٹی تلے سو رہا تھا۔

"واہ......! اشہد میاں تمہیں تمہارے بھائی کی موت کی ذمہ دار لڑکی اپنے آس پاس گھماتی رہی اور تمہیں خبر تک نہ ہوئی کہ یہ وہی لڑکی ہے اور میری حماقت کی انتہا کہ میں نے شبانہ باجی سے ہی نہیں پوچھا۔ اشہد نے دانت بھینچ کر خود سے کہا' یکدم اس کا دل چاہا کہ وہ مناہل کے پاس جائے اور اسے بری طرح جھنجوڑ ڈالے اور پوچھے کہ آخر تمہیں مردوں کو بے وقوف بنا کر کیا ملتا ہے آخر کس جذبے کی تسکین حاصل کرنا چاہتی ہو تم۔ پہلے اپنی بہن کا شوہر' پھر میرا بھائی اور اب شاید میں۔" اشہد نے انتہائی تنفر سے سوچا مگر اس وقت اسے جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لینا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے اعصاب کو پرسکون کرنے کی سعی کرنے لگا۔

"ارے اشہد تم یہاں کھڑے ہو' میں تمہیں اندر ڈھونڈ

رہی تھی۔" اچانک شبانہ کی آواز عقب سے ابھری تو جلدی سے اشہد نے اپنے تاثرات کو نارمل کیا۔

"ہم تو جارہے ہیں اشہد مگر پلیز تم دو گھنٹے بعد مناہل کو بس اڈے تک چھوڑ آنا اسے ملتان کے لیے بس پکڑنی ہے۔"

"جی آپ فکر نا کریں میں اسے چھوڑ دوں گا۔" شبانہ کی بات پر اشہد سہولت سے بولا پھر مزید گویا ہوا۔

"میں مناہل کو ڈراپ کرکے خود بھی نکل جاؤں گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے تم گھر لاک کرکے چابی برابر والی فاخرہ خالہ کو دے دینا اور مجھ سے ملنے آتے رہنا اماں تو چلی گئیں مگر اپنی بہن سے ملنے ضرور آیا کرنا۔" شبانہ محبت سے بولی تو اشہد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا پھر دو گھنٹے بعد مناہل کو بس اسٹینڈ پر چھوڑ کر وہ خود کراچی کے لیے نکل گیا۔ اس تمام وقت میں اس نے مناہل سے بالکل سابقہ انداز میں بات چیت کی تھی وہ یہ بات اس پر قطعاً ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کی حقیقت جان گیا ہے۔ اس وقت وہ انتہائی ریش ڈرائیونگ کررہا تھا جب کہ تصور میں بار بار وہ اشعر اور مناہل کو ایک ساتھ دیکھ رہا تھا۔

❁......❁......❁

"اوہ تو میرا گمان سچ ثابت ہوا اشہد! تم" وہ ایک پل کو ٹھہری۔ "تم مناہل سے محبت کرنے لگے ہو نا۔" وہ دھیرے سے ہنسی۔ اس پل جیسے اشہد لفظوں کی دولت سے محروم ہوگیا ایک بھی لفظ اس کے ہونٹوں کے کشکول میں نہ رہا جسے وہ اس پل علیشبہ کے سامنے ادا کرسکتا وہ محض خاموش رہا البتہ نگاہیں احساس ندامت سے خود بخود جھک گئیں۔

"اشہد پلیز تم گلٹی فیل مت کرو بیلوی! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ مجھے تو خوشی ہے کہ میرے دوست کو بروقت اپنی محبت کا ادراک ہوگیا ورنہ احساس زیاں اسے ہمیشہ بے سکون رکھتا۔" علیشبہ نے کافی شاپ کی ٹیبل پر دھرے اشہد کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پختہ لہجے میں کہا تو یکدم اشہد نے نگاہیں اٹھا کر علیشبہ کو ممنون نگاہوں سے دیکھا۔

"ایکچولی علیشبہ میں......" اتنا بول کر وہ خاموش ہوگیا۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اشہد! لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"شرط......!" لفظ شرط پر اشہد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ یہ کہ تم مناہل سے شادی کے بعد بھی میرے دوست رہو گے ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اوکے۔" علیشبہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکراتے ہوئے بولی تو اس پل اشہد بھرپور انداز میں مسکرادیا اور پھر اس کی چھوٹی سی ناک کھینچ کر بولا۔

"آف کورس مائی ڈیئرسٹ فرینڈ...... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" اشہد کے جواب پر علیشبہ مطمئن انداز میں سر ہلا کر مسکرادی۔

❁......❁......❁

وہ موبائل فون ہتھیلی میں تھامے ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔ نجانے کتنے پل خاموشی سے گزرتے چلے گئے تو رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آنا شروع ہوئے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اشہد نے اس کے کانوں میں جو روح آفریں احساس پھونکا تھا اس نے اسے یکدم زمین سے اٹھا کر ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اسے ایسی کیف آفریں دنیا میں لے گیا تھا جس نے اس کو ہوش وخرد سے بیگانہ کردیا تھا یہ کہہ کرکہ......

"مناہل میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں نے علیشبہ سے بات کرلی ہے وہ بخوشی مجھ سے دست بردار ہوگئی ہے۔"

اس نے تو اسے اپنی دعاؤں میں کبھی مانگا تک نہیں تھا نا اس کی ہمسفری کا کوئی خواب دیکھا تھا۔ ہاں البتہ ایک آرزو دل میں ضرور جاگی تھی کہ کاش اسے یہ شخص چاہتا اس کے ساتھ کی خواہش کرتا اسے اپنی پلکوں پہ بٹھاتا وہ تو

یک طرفہ محبت کی خطا بنا سوچے سمجھے کر بیٹھی تھی بھلا محبت بھی سوچ بچار کر کی جاتی ہے چاہے یکطرفہ ہو یا دوطرفہ! اس نے اپنے خیالوں میں بھی اشہد پر حق جتانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ وہ کسی اور کا خواب کسی اور کا پیار ہے' کسی کی امانت ہے اور خائن بننا اور کہلانا اسے ہرگز قبول نہیں تھا' مگر آج......! اتنے کٹھن اور ناممکن نظر آنے والے مراحل اشہد نے کس قدر آسانی سے طے کر لیے تھے' بس کچھ ہی دنوں میں وہ شبانہ باجی اور سلیم بھائی کے ہمراہ اس کی ماں سے اس کا ہاتھ مانگنے آنے والا تھا۔

''کہیں یہ سب جاگتی آنکھوں کا خواب تو نہیں۔'' مناہل چونک کر خود سے بولی پھر خود ہی شرما کر دھیرے سے مسکرا دی۔

❀......❀......❀
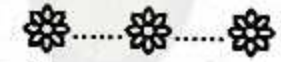
اماں اور مریم اچھے خاصے حیران و متعجب تھے کہ اتنا بہترین اور اچانک رشتہ بھلا مناہل کا کیوں اور کیسے آ گیا' اشہد نے انہیں نہایت سرسری انداز میں بتایا تھا کہ مناہل سے اس کی ملاقات حمیدہ پھپو کے گھر پر ہوئی تھی' مناہل اسے اچھی لگی تو اب وہ باقاعدہ اس کا ہاتھ مانگنے شبانہ باجی اور سلیم بھائی کے ہمراہ آیا ہے۔ اماں کو اشہد کی زبانی یہ باتیں جان کر اندر ہی اندر سخت ناگواری کا احساس ہوا تھا وہ سمجھ گئی تھیں کہ یقیناً ان دونوں کے درمیان پہلے سے ہی کوئی رشتہ استوار ہو گیا ہوگا' جس کی بنا پر اتنا ہینڈسم اور لائق لڑکا ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے کراچی سے ملتان آ گیا۔ اماں نے خاموشی سے اشہد کو ہاں کر دی تھی مگر مناہل سے ہمیشہ کی طرح متنفر بھی ہو گئی تھیں۔ اشہد اور شبانہ کے اصرار پر اماں نے ایک ماہ بعد کی تاریخ دے دی کہ وہ بھی مناہل کے فرض سے جلد بری ہو جانا چاہتی تھیں۔

❀......❀......❀
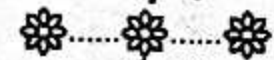
اشہد کے کہنے پر انتہائی سادگی سے ایک ماہ بعد مناہل اس کی دلہن بنا دی گئی۔ انیلا آپا کی ساس بستر مرگ پر تھیں لہٰذا وہ شادی میں نہیں آئی تھیں صرف انتہائی قریبی لوگوں کے درمیان گھر ہی گھر میں مناہل کا نکاح اشہد کے ساتھ پڑھا دیا گیا اور تقریباً نکاح کے دو گھنٹے بعد اشہد کی ہدایت پر وہ بالکل عام سے حلیے میں اشہد کے ہمراہ ائرپورٹ جا رہی تھی کیونکہ کچھ ہی دیر میں ان کی کراچی کی فلائٹ تھی وہ چاہتی تھی کہ آج اپنا پور پور وہ اشہد کے لیے سجائے' سنوارے' سولہ سنگھار کرے' مگر اس وقت ایسا موقع بھی نہیں تھا اور اشہد نے اسے سادہ سے حلیے میں سفر پر جانے کی ہدایت کی تھی سو وہ اپنے دل کا ارمان خاموشی سے دبا گئی۔

کراچی ائرپورٹ سے گھر تک کا راستہ اشہد نے بہت خاموشی سے طے کیا جبکہ مناہل کو فطری شرم و حیا نے کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔ Cap ایک خوبصورت سے بنگلے کے سامنے رکی تو مناہل اشہد کی معیت میں ٹیکسی سے باہر آئی اور انتہائی اشتیاق بھری نگاہوں سے گھر کو دیکھ کر بے ساختہ بولی۔

''اشہد کیا یہ ہمارا گھر ہے؟'' جواباً اشہد نے مناہل کو جن نگاہوں سے دیکھا اس نے ایک ہی پل میں مناہل کے اندر برف ہی برف بھر دی' اتنی بیگانہ' اجنبی اور سرد نگاہ' اسے اس لمحے یہ شدت سے احساس ہوا کہ یہ اس کا وہ اشہد نہیں ہے جسے وہ جانتی تھی' کچھ انہونی تو ضرور ہو گئی تھی اس بات کی گواہی اس کا دل شدت سے دے رہا تھا۔ اشہد بنا کچھ کہے خاموشی سے اندر چلا گیا جبکہ چوکیدار دروازہ کھولے اس کے اندر آنے کا منتظر تھا۔

''اشہد خدا کے لیے مجھے بے مول مت کرنا' تمہاری محبت تو نہیں دیکھی مگر میری محبت کی قسم جو مجھے تم سے ہے تمہاری بے اعتنائی مجھے جیتے جی مار ڈالے گی۔'' وہ خود سے بولی پھر ایک گہری سانس فضا کے سپرد کر کے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔

''مناہل یہ تمہارا کمرا ہے تم چاہو تو آرام کرو میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔'' ایک کمرے میں لا کر اشہد نے انتہائی رکھائی سے اس سے کہا تو مناہل سن سی رہ گئی۔

''تمہارا کمرا!'' وہ سرگوشی میں خود سے بولی مگر یہ الفاظ اشہد کی تیز سماعت تک باآسانی جا پہنچے۔

''ہاں تمہارا کمرا......صرف تمہارا کمرا۔'' اشہد اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صرف پر زور ڈال کر بولا۔

''کیونکہ میں ایک کمرے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتا۔'' یہ کہہ کر وہ جونہی پلٹا مناہل نے بے ساختہ تیزی سے اس کا بازو پکڑا۔

''اشہد میرا قصور؟'' اشہد نے گردن موڑ کر مناہل کی جانب ایک نگاہ ڈالی اور دوسری نظر اپنے بازو پر دھرے مناہل کے مومی ہاتھ پر۔

''ڈونٹ ٹرائی ٹو ٹچ می۔'' اس نے انتہائی تنفر سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکا جبکہ اہانت کے احساس نے مناہل کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دی تھیں۔

''اشہد آپ مجھے اس سلوک کی وجہ بتائیے پلیز میرا قصور بتائیے۔''

''ہونہہ قصور! کتنی معصومیت اور بھولپن سے تم اپنے گناہ بلکہ سنگین گناہ کو قصور کہہ رہی ہو۔'' وہ جیسے پھنکارا۔ اس پل مناہل کے اعصاب بری طرح تن گئے تھے۔ اپنی ہستی اپنی کائنات اسے ریت کی مانند مٹھی سے پھسلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''تم قاتل ہو مناہل' ایک ایسے انسان کی جسے جینے کی تمنا تھی' دنیا کو مسخر کرنے کی آرزو تھی جو زندہ رہنا چاہتا تھا جو زندگی سے پیار کرتا تھا موت سے اسے نفرت تھی وہ مرنا نہیں چاہتا تھا مگر تم نے......!'' کھوئے کھوئے انداز میں بولتے اچانک اشہد نے چونک کر اسے دیکھا اور اپنی انگشت شہادت اس کی جانب اٹھاتے ہوئے بولا۔

''تم نے اسے مار ڈالا' اسے بھیانک موت دے ڈالی' آئی ہیٹ یو مناہل! آئی رئیلی ہیٹ یو۔'' آخر میں وہ نفرت و تحقیر کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولا تو مناہل گویا پتھر کی ہو گئی۔ اشہد ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈال کر جانے کے لیے پلٹا پھر کچھ سوچ کر رخ اس کی جانب کرتے ہوئے گویا ہوا۔

''اشعر صرف میرا بھائی ہی نہیں میری دنیا تھا اور تم نے......!'' مناہل سے مزید ضبط نہ ہو سکا وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتی چلی گئی جب کہ اشہد یہ جا وہ جا۔

☆☆☆......

اشہد نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ جو لڑکی اشعر کی موت کا باعث بنی وہ لڑکی مناہل ہوگی؟ مناہل جس کے اندر نجانے ایسی کون سی کشش تھی جو اشہد کو اپنی جانب کھینچتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ہاں شاید اشعر بھی کسی ایسی ہی کشش کا شکار ہوا ہوگا اور رہی سہی کسر مناہل کی اداؤں اور باتوں نے پوری کر دی ہوگی' اسے آج بھی اشعر کا وہ فون یاد تھا جب اس نے اشہد سے کہا تھا۔

''بھائی یہاں میری ملاقات جس لڑکی سے ہوئی ہے' اس نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے ہیں وہ بہت منفرد لڑکی ہے۔ مگر ہے بہت مغرور۔'' وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کا بھائی اشعر کافی حسن پرست واقع ہوا تھا۔ صنف نازک میں وہ خاصا مقبول بھی تھا اور اس کی دوستوں کی لسٹ میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے کئی گناہ زیادہ تھی مگر جس وقت اشعر اس لڑکی کے بارے میں اپنے جذبوں کا اظہار کر رہا تھا اشہد کو لگا کہ یہ لڑکی اشعر کی زندگی میں کوئی خاص مقام حاصل کر چکی ہے اشہد نے اس سے اس لڑکی کا نام بھی نہیں پوچھا تھا کیونکہ درحقیقت اشہد کو اس ان دیکھی لڑکی کی ذات سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اشعر کے لیے بہت خاص بنتی جا رہی تھی اور پھر اشعر اور اشہد کے درمیان ہونے والی آخری ٹیلی فونک گفتگو! اشہد نے اشعر کو کال کی تو اس پل اشعر انتہائی مشتعل تھا۔

''نجانے وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے بھائی! اس نے میری مردانگی کی توہین کی ہے مجھے بری طرح دھتکارا ہے' مجھے ٹھکرایا ہے۔'' اشہد نے زندگی میں پہلی بار اشعر کو اتنا غصے میں دیکھا تھا' اس نے اشعر کو ٹھنڈا کرنا چاہا تھا مگر اس نے سخت طیش میں لائن ہی ڈسکنکٹ کر دی تھی۔ اشہد نے سوچا کہ جب اشعر کا پارہ نیچے آ جائے گا تو وہ اسے سمجھائے گا مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی' پورے دو گھنٹے بعد حمیدہ مامی کا روتے ہوئے فون آیا کہ اشعر کا بہت خطرناک

ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے یہ خبر اشہد کے حواسوں پر بجلی بن کر گری' وہ سب چھوڑ چھاڑ کر گاؤں کے لیے روانہ ہوا مگر اشعر تو موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا تھا۔ اشعر کی جواں مرگی نے اشہد کو گویا پاگل سا کردیا تھا' اس نے حمیدہ مامی سے کئی بار پوچھا کہ یہاں ان کے گاؤں میں کوئی لڑکی شہر سے آئی تھی؟ جس سے اشعر کی ملاقات ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ شبانہ اور سلیم بھائی ان دنوں دبئی گئے ہوئے تھے۔ اشہد نے پڑوس کی خالہ جن سے مامی کے بہت اچھے تعلقات تھے ان سے بھی استفسار کیا مگر انہیں بھی اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور باقی سب سے پوچھنے پر لوگوں نے کہا۔

''یہاں تو آئے دن شہر سے کوئی نہ کوئی مہمان آتا رہتا ہے آپ کس کے متعلق پوچھ رہے ہو بلکہ منشی کریم دین کے بیٹے کی پچھلے ماہ شادی ہوئی تھی اور ان کے گھر شہر سے کافی مہمان آئے تھے اب ہمیں کیا پتہ کہ آپ کس کو ڈھونڈ رہے ہو۔''

اس پل اشہد نے مارے بے بسی کے اپنے بالوں کو نوچ ڈالا تھا۔ کاش وہ اشعر سے نام ہی پوچھ لیتا یا وہ ہی بتا دیتا تو آج وہ اس لڑکی کو ایسا سبق سکھاتا کہ ساری زندگی یاد رکھتی جس کی بے اعتنائی نے اس کے بھائی کو زندگی جیسی نعمت سے محروم کردیا تھا۔ ساحل سمندر پر ٹہل ٹہل کر اس پل اشہد کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں مگر اندر کی گھٹن کسی طور کم نہیں ہورہی تھی۔

❀......❀......❀

مناہل کے سامنے گویا ماضی کی فلم چل رہی تھی جب وہ چھٹیاں گزارنے حمیدہ پھپو کے گھر آئی تھی' تب ہی اس کی ملاقات اشعر سے ہوئی خوبرو اسمارٹ اور دل پھینک سا اشعر اسے کچھ متاثر نہیں کرسکا اس کی وجہ اس کی نگاہوں کا گدلہ پن تھا جسے مناہل نے صاف محسوس کرلیا تھا' وہ بات بے بات پھپو کے سامنے ہی مناہل سے فری ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ بہانے بہانے سے کبھی ہنستے کبھی باتیں کرتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا تو کبھی اس کی کلائی تھام لیتا' مناہل کو اشعر کی یہ بے باکیاں بالکل اچھی نہیں لگتی تھیں اس کے بار بار ٹوکنے پر بھی وہ اس کی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتا تھا۔ وہ ہر وقت پروانے کی مانند اس کے آس پاس منڈلاتا رہتا تھا' یہ صورت حال مناہل اور پھپو دونوں کے لیے پریشان کن تھی۔

''پھپو مجھے لگتا ہے کہ میرا یہاں سے چلے جانا ہی ٹھیک ہوگا' اشعر کی بدتمیزیاں اب میری برداشت سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔'' جواباً پھپو نے کہا۔

''صرف چار دن پہلے ہی تم یہاں آئی ہو' بھلا تمہاری ماں کیا سوچے گی کہ پھپو نے جاتے ہی بھگا دیا! مگر بیٹا تم صحیح کہہ رہی ہو اس وقت تمہارا واپس چلے جانا ہی بہتر ہوگا' اشعر کے لوٹ جانے کے بعد میں تمہیں پھر بلالوں گی۔''

اور پھر وہ اسی دن ملتان کی بس کا ٹکٹ مناہل کے لیے لے آئیں اور یہ کہہ کر وہ پڑوس کی خالہ کے گھر چلی گئیں کہ ''بس کچھ دیر میں آتی ہوں۔'' اشعر تو جیسے گھات لگائے بیٹھا تھا۔ مناہل کو تنہا پاکر جب اس کی بے باکیاں اخلاقی حدود کی تمام حدیں پار کرنے لگیں تو مناہل نے ایک زبردست تھپڑ اشعر کے گال پر رسید کردیا۔ صد شکر کہ اس وقت پھپو گھر آگئیں' وگرنہ تھپڑ کھا کر اشعر مناہل کے ساتھ نجانے کیا سلوک کرتا جو اس وقت شدید مشتعل تھا۔ اسی حالت میں وہ دروازے پر ٹھوکر مارتے ہوئے باہر نکل گیا۔ جب کہ پھپو نے اسی وقت اسے اپنا سامان باندھنے کو کہا' وہ اسی دن ملتان چلی آئی اور پھر تین دن بعد حمیدہ پھپو نے بتایا کہ اس دن انتہائی طیش میں نکلتے اشعر کی گاڑی ایک موڑ پر زبردست حادثے کا شکار ہوئی اور وہ دار فانی سے کوچ کرگیا۔ اس خبر نے مناہل کو بالکل گم صم کردیا اور تقریباً ایک سال تک وہ پھپو کی ہدایت پر گاؤں نہیں آئی اور آج......! مناہل حال میں لوٹتے ہوئے جیسے چونکی۔

''کیا...... اشہد اشعر کا بھائی ہے؟ یا اللہ تقدیر نے میرے ساتھ یہ کیسا بھیانک مذاق کیا ہے اور پھپو نے بھی مجھے نہیں بتایا۔'' خود سے بولتے ہوئے مناہل اچانک بلک بلک کر رودی۔

❀......❀......❀
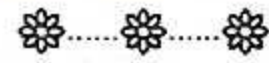
''اشہد پلیز میری بات سنیے مجھے آپ جو چاہیں سزا دیجیے مجھے قبول ہے مگر صرف ایک بار میری......!''

''کچھ نہیں سننا کچھ نہیں جاننا مجھے......!'' اشہد نے چلا کر اس کی بات کاٹی تو مناہل اپنی جگہ سہم سی گئی۔

''کیا سنانا چاہتی ہو مجھے۔ ہاں کون سا بہلاوا دینا چاہتی ہو بولو۔ کان کھول کر سن لو مناہل بیگم میں تمہاری کسی بات میں آنے والا نہیں ہوں' سمجھی۔'' فل آرمی کے یونیفارم میں ملبوس وہ اس پل قہر و غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔ مناہل کے اندر جیسے طغیانی سی امڈنے لگی وہ اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے کاٹنے لگی۔ اشہد نے ایک نگاہ اس کو دیکھا پھر ہنوز اسی لہجے میں بولا۔

''ویسے تم کافی سمجھدار اور تیز ہو اب تک یہ بات جان چکی ہوگی کہ میں نے تم سے شادی تمہارے حسن سے متاثر ہوکر یا تمہاری محبت میں مبتلا ہوکر نہیں کی۔ میں اپنی فرینڈ علیشبہ سے کمیٹڈ تھا اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو تم سے شادی محض میری نفرت کا نتیجہ ہے جو اشعر کے حوالے سے میں تم سے کرتا ہوں۔''

''آپ مجھ سے اشعر کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اور اس لیے میں آج آپ کی زندگی میں موجود ہوں ورنہ میری جگہ علیشبہ ہوتی۔'' مناہل ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں نم آواز سمیت بولی۔

''یہ سب واقعی میں جانتی ہوں' مگر اشہد...... آپ پلیز میری ایک بات کا جواب ضرور دیجیے۔'' اشہد اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں تمہاری کسی بھی بات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں مگر......! بولو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟'' اشہد کے کہنے پر اس نے بڑی مشکلوں سے اپنی تمام ہمتوں کو مجتمع کیا پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

''مم...... میں یہ جاننا چاہتی ہوں اشہد۔'' یہ کہہ کر وہ ایک پل کو رکی نگاہیں جھک سی گئیں' اس لمحے وہ اشہد کو بہت نروس دکھائی دی پرپل اور پنک رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں انگلیاں مروڑتی وہ بہت منفرد بہت خاص لگ رہی تھی اس پل اشہد نے اپنے بہکتے خیالات کو یکدم جھٹکا اور اسے سرد نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''جب آپ کو یہ حقیقت معلوم نہیں تھی کہ میں ہی وہ لڑکی تھی جو گاؤں میں اشعر کو ملی تھی تو اس سے پہلے......'' یہاں تک بولتے بولتے ایک بار پھر مناہل کی زبان اٹک گئی۔

''میں سمجھ گیا مناہل بیگم! تم کیا پوچھنا چاہتی ہو یہی نا کہ جس طرح تم نے اپنے معصوم حسن کا جال بچھا کر اشعر کو اپنا دیوانہ بنایا تھا اپنی زلف کا اسیر کرکے اسے بے بس کردیا تھا' کیا ایسے ہی تمہارا جادو میرے اوپر بھی چل سکا یا نہیں؟'' اشہد زہر خند لہجے میں بولا تو مناہل تڑپ گئی۔

''اشہد پلیز کیا آپ مجھے صفائی کا ایک بھی موقع بھی نہیں دیں گے۔'' وہ روہانسی ہوکر بولی۔

''نہیں......!''

کیوں......!''

''کیوں کہ تم بھروسے کے قابل نہیں ہو۔''

''صرف ایک بار بھروسہ کریں۔''

''بھروسہ اور تم پر۔'' اشہد استہزائیہ انداز میں بولا۔ ''تم اشعر کی قاتل ہو مناہل۔''

''ٹھیک ہے اگر میں اشعر کی قاتل ہوں تو مجھے مار دیجیے ابھی اور اسی وقت۔'' مناہل اس کے بالکل مقابل آکر غصے سے بولی تو اشہد نے اسے بغور دیکھا پھر دو قدم کا فاصلہ طے کرکے بالکل اس کے قریب آگیا اتنا قریب کہ مناہل کے چہرے کو اشہد کی پرحدت سانسوں کی تپش نے جھلسانا شروع کردیا' اس نے بے ساختہ قدم پیچھے ہٹانا چاہے مگر اشہد نے اس کا بازو پکڑ کر اس کی کوشش کو ناکام بنادیا۔

''اتنی آسانی سے تمہاری جان کیسے لے لوں۔'' وہ جیسے گھمبیر سرگوشی میں بولا پھر اس کی نازک سی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''اتنی خوبصورت گردن کو ہاتھوں سے نہیں دباؤں گا۔

فکرمت کرو میں تمہیں موت بھی نہیں دوں گا۔"

"اشہد آپ مجھے تھوڑی تھوڑی اذیت دے کر مارنا چاہتے ہیں نا۔" مناہل کی سرخ آنکھوں میں سرعت سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا اور تیزی سے گالوں پر بہنے لگا۔

"مگر میری موت کے لیے صرف یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ مجھے اشعر کا قاتل سمجھتے ہیں۔ مجھے بدکردار گردانتے ہیں' مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے روتی ہوئی بھاگ گئی' جبکہ چند ثانیے اشہد بالکل خاموش کھڑا رہ گیا پھر اپنے ملازم سے کہہ کر اپنا سامان جیپ میں رکھوایا اور مناہل کے بارے میں کرم دین کو چند ہدایتیں دے کر جیپ اڑا لے گیا۔

❁......❁......❁

اشہد میس پہنچا تو سب نے اسے شادی کی مبارک باد دی' اس کے انچارج نے کہا کہ وہ اپنی وائف کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ اسے رہائش وغیرہ سب مل جائے گی مگر اشہد نے یہ کہہ کر انہیں منع کر دیا کہ فی الحال وہ اپنا پورا دھیان اپنی ٹریننگ کی طرف لگانا چاہتا ہے جو تین ماہ پر محیط تھی' کھاریاں آئے اسے ایک ماہ ہو چکا تھا مگر ایک بار بھی اس نے فون پر مناہل سے بات نہیں کی تھی البتہ اپنے پرانے ملازم اور گھر کے نگران کرم دین سے دو بار بات کی تھی مگر مناہل کی خود سے خیریت تک نہیں پوچھی تھی۔ اسی نے بتایا تھا کہ بیگم صاحبہ ٹھیک ہیں اور گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہیں۔ اشہد کا دوست توقیر تو دن رات اپنی بیوی کو یاد کر کے ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اس کی بھی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ کچھ دنوں میں اسے اپنے پاس بلانے والا تھا۔ اس نے اشہد سے بہت حیرت سے دریافت کیا تھا کہ آخر علیشبہ کو چھوڑ کر اس نے کسی دوسری لڑکی سے شادی کیسے کر لی؟ اشہد نے یہ کہہ کر توقیر سے جان چھڑانی چاہی تھی کہ اسے مناہل بہت پسند آ گئی تھی اور اس وقت سے ہی توقیر مناہل کو دیکھنے پر مصر ہو گیا تھا کہ آخر وہ لڑکی کیسی دکھائی دیتی ہے جس کی خاطر اشہد نے علیشبہ کو چھوڑ دیا۔ جبکہ علیشبہ آج کل ٹورنٹو اپنی خالہ کے پاس گئی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

بے مصرف کاموں سے فراغت کے بعد مناہل اپنے کمرے میں آئی تو ایک نامعلوم سی تھکن اس کے جسم و جاں میں اتر آئی وہ آہستہ سے چلتی ہوئی اپنے بیڈ پر آ گئی۔ آج اسے گئے ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے اور اس دوران ایک بار بھی اشہد نے اسے فون نہیں کیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر تکیے کے نیچے سے اپنا موبائل نکالا اور ایک بٹن دبا کر اس کی اسکرین کو خالی خالی نظروں سے گھورا جو ہمیشہ کی طرح خالی اس کا منہ چڑا رہی تھی ہر بار کی طرح مناہل نے اشہد کو میسج ٹائپ کیا اور Send کا بٹن دبانے کی بجائے Save کا بٹن دبا دیا پھر ایک گہری سانس فضا میں خارج کی اور آنکھیں موند لیں' اشہد کے تصور میں کھوئے کھوئے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

❁......❁......❁

اشہد نے گھر کا نمبر ملایا تو فون ڈیڈ ہونے کا اندازہ ہوا' اشہد نے ایک نگاہ اپنے موبائل فون کو دیکھا لمحہ بھر کے لیے خیال آیا کہ مناہل کو فون کر لے مگر دوسرے ہی پل اس نے فوراً اپنے خیال کو جھٹکا اور فون بستر پر رکھ کر شاور لینے کی غرض سے باتھ روم میں چلا گیا۔

آج تیسرا دن تھا مگر مناہل کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ کرم دین ایک سادہ لوح اور ہمدرد انسان تھا' وہ پندرہ سال سے یہاں ملازمت کر رہا تھا۔ مناہل کے لیے ڈاکٹر بھی وہی لایا تھا' گھر کا فون چونکہ خراب تھا لہٰذا کرم دین کی اشہد سے بات نہیں ہو سکی تھی ورنہ اشہد گھر فون ضرور کرتا تھا۔

"بیگم صاحبہ! آپ نے اشہد میاں کو بتایا کہ آپ کی طبیعت خراب ہے۔" کرم دین کے استفسار پر مناہل چپ رہ گئی پھر آہستگی سے بولی۔

"وہ وہاں مصروف ہوں گے خوامخواہ پریشان ہو جائیں گی' آپ فکر نا کریں میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

پندرہ دن تک مناہل بستر سے اٹھ نہیں سکی' اسے ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا' کرم دین اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا آج مناہل

بے تحاشا روئی تھی کیونکہ صبح اس کی ماں کا فون آیا تھا' پہلی بار مناہل نے اماں کے لہجے میں اپنے لیے محبت اور تڑپ محسوس کی تھی۔ مریم بھی اسے بہت یاد کر رہی تھی۔ اپنوں کی آوازیں سن کر اس کے دل میں دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ اس کا بے پناہ دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر خوب آنسو بہائے جو اشہد نے اس کے ناکردہ گناہوں کے عوض اس کی آنکھوں میں بھر دیے ہیں مگر مناہل نے کمال مہارت سے انہیں یہ ظاہر کیا کہ وہ یہاں بہت خوش اور مگن ہے اور عنقریب ملتان آئے گی کیونکہ مریم کی شادی قریب تھی۔

❁......❁......❁

تین ماہ کی ٹریننگ مکمل کر کے اشہد نے کراچی کے لیے رخت سفر باندھا وہ جب گھر میں داخل ہوا تو پہلا قدم رکھتے ہی اسے خفیف سا جھٹکا لگا۔ اس کے گھر کا گارڈن اس پل انتہائی خوب صورت اور دلکش دکھائی دے رہا تھا جو یقیناً مناہل کی ہی محنت کا مظہر تھا۔ اندر بھی اسی طرح کا منظر نظر آیا' انتہائی نفاست اور سلیقے سے گھر کی ایک نئے انداز سے سیٹنگ کی گئی تھی۔ کچن سے باہر آتے کرم دین کی نظر جونہی اشہد پر پڑی اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

"ارے اشہد میاں آپ آ گئے۔" یہ کہہ کر وہ اس کا سامان تھامنے کی غرض سے آگے بڑھا۔

"آپ اپنے کمرے میں جا کر فریش ہو جایئے جب تک میں چائے بناتا ہوں۔" کرم دین کے کہنے پر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا مگر اندر قدم رکھتے ہی احساس ہوا کہ وہ غیر ارادی طور پر مناہل کے کمرے میں آ گیا ہے' اس نے بے ارادہ نگاہیں اٹھائیں تو سامنے بستر پر شاید مناہل کا وجود تھا جو اس پل چادر میں لپٹا ہوا تھا' وہ شاید سو رہی تھی' اشہد نے بے ساختہ گھڑی کی جانب دیکھا جو دن کا ایک بجا رہی تھی۔

"یہ کون سا وقت ہے سونے کا۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا پھر آہستہ سے بستر کے قریب آیا مناہل دوسری جانب کروٹ لیے سو رہی تھی' اس کے بے ترتیب سے بالوں کی چٹیا اس کی کمر پر دھری تھی' وہ واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ سائیڈ دراز کے اوپر دواؤں کی بوتلوں اور گولیوں کی بھرمار دیکھ کر ٹھٹک گیا پھر ایک نگاہ دواؤں پر ڈالی اور دوسری کروٹ لئے مناہل پر کچھ سوچ کر اس نے انتہائی آہستگی سے اس کے بازو پر ہاتھ دھرا اور دھیرے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا' یکدم مناہل کا چہرہ اس کی نگاہوں میں آیا تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا' آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے سرسوں کے پھول کی مانند اس کا زرد کمزور چہرہ اور سفید ہونٹ اس کی بیماری کے غماز تھے۔

"مناہل......" اس پل اشہد کا دل مناہل کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ وہ بے ساختہ اس کی جانب جھکا مگر مناہل بہت گہری نیند میں تھی پھر کچھ سوچ کر وہ سیدھا ہوا اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

"کرم دین مناہل بیمار ہے اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔" کچن میں آ کر اشہد جھنجلا کر بولا۔

"معاف کیجیے گا اشہد میاں بیگم صاحبہ نے منع کر دیا تھا کہ آپ پریشان ہو جائیں گے مگر میں آپ کو پھر بھی بتا دیتا لیکن گھر کا فون ٹھیک نہیں تھا تو آپ کا فون بھی نہیں آ سکا اور میرے پاس تو آپ کا نمبر بھی نہیں تھا۔"

"کیا ہوا ہے مناہل کو؟" اشہد کرم دین کی بات کو نظر انداز کر کے بولا۔

"ٹائی فائیڈ ہو گیا تھا۔ میں باقاعدگی سے ڈاکٹر سراج سے بیگم صاحبہ کا چیک اپ کرا رہا ہوں مگر اثر نہیں ہو رہا۔" کرم دین مؤدبانہ انداز میں بولا۔

"کب سے بیمار ہے؟" وہ جلدی سے بولا۔

"جی تقریباً ایک ماہ ہو گیا۔"

"کیا ایک مہینہ مگر بخار کیوں نہیں اتر رہا۔" اشہد حیرت و پریشانی سے بولا۔

"وہ جی ڈاکٹر سراج نے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیئے تھے مگر میرے لاکھ کہنے کے باوجود وہ ٹیسٹ نہیں کرا رہی کہتی ہیں کہ میں خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گی۔" کرم دین کی بات پر اشہد کا موڈ بری طرح بگڑ گیا وہ وہاں سے پلٹ کر اپنے

کمرے میں آیا اور ادھر سے ادھر چکر لگانے لگا۔ عجیب سی بے قراری اسے بے چین کیے دے رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر مناہل کے کمرے میں داخل ہوا تو اس وقت وہ بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں' دروازے پر اشہد کو کھڑے چند ثانیے دیکھا پھر دوبارہ آنکھیں موند لیں اور دل کو بے پناہ سرزنش بھی کی' ہمیشہ یونہی اشہد کا خیال آ کر اسے پریشان کر دیتا تھا۔ اس پل نجانے کیوں اشہد بری طرح بھنا گیا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور چادر اس کے وجود سے ایک جھٹکے سے ہٹائی' مناہل نے بری طرح چونک کر آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''یہ میرا خیال نہیں۔'' وہ اپنے دل میں بولی پھر آنکھیں پوری طرح کھول کر اسے دیکھے گئی۔

''محترمہ کیا بیماری میں آپ کی بینائی بھی اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ مجھ جیسا لمبا چوڑا انسان آپ کو نظر نہیں آ رہا۔'' وہ جلے کٹے انداز میں بولا۔

''آپ..... آپ کب آئے؟'' وہ حیرت سے بولی۔ پھر اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو اس نے جلدی جلدی نگاہیں دوڑا کر دوپٹہ تلاش کرنا چاہا جو اسے صوفے پر پڑا دکھائی دیا۔ دوپٹہ لینے کی غرض سے وہ بستر سے جونہی اٹھی ایک زبردست چکر نے اس کا توازن بگاڑ دیا۔ دوسرے پل وہ اشہد کے مضبوط بازوؤں میں قید تھی چند پل دونوں کے درمیان یونہی خاموشی سے گزر گئے مناہل اشہد کے سینے پر سر رکھے اپنی سانسوں کو ہموار کر رہی تھی جبکہ اشہد نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ مناہل کے ذرا حواس بحال ہوئے تو وہ فوراً اشہد سے دور ہوئی۔ اسی پل دونوں کی نگاہیں بے ساختہ ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں مگر جلدی سے مناہل نے اپنی پرسوز آنکھوں پر پلکوں کا پردہ گرا لیا جبکہ اشہد خود سے یہ سوال کر رہا تھا کہ مناہل کی آنکھیں زیادہ خوبصورت ہیں یا ان آنکھوں میں بھری وہ چمک جو مقابل کو بے خود کر کے اسے اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ مناہل اس کے پاس سے نکل کر دوپٹہ اوڑھ کر واپس صوفے پر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔

''تم نے ٹیسٹ کیوں نہیں کروائے' چلو اٹھو اور چل کر ٹیسٹ کرواؤ۔'' اشہد اپنے لہجے کو سرسری بنا کر بولا تو مناہل نے ضدی بچے کی مانند نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''میں اب ٹھیک ہوں مجھے کوئی ٹیسٹ نہیں کروانے آپ ابھی ابھی آئے ہیں تھوڑا آرام کر لیں۔''

''مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں! یہ مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اور ہاں مجھے بحث کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے دو منٹ میں باہر آؤ میں گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اشہد کمرے سے باہر چلا گیا تو ناچار مناہل فریش ہونے کی غرض سے واش روم میں چلی گئی۔

❁......❁......❁
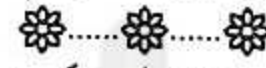
اشہد نے اس کے تمام ٹیسٹ کروائے اور ایک معروف ڈاکٹر سے مکمل چیک اپ کروایا۔ تقریباً ایک ہفتے میں وہ تیزی سے روبصحت ہوتی گئی۔ اس دوران اشہد کا انداز لیے دیئے رہا مگر وہ اس کی غذا اور دواؤں سے بے پروا نہیں رہا اور یہی بات مناہل کو صحت مند کرنے کا باعث بنی۔

''چاہے انسانیت کے ناطے ہی سہی اشہد آپ نے میرے دامن میں اپنی توجہ کے پھول تو ڈالے ان چند پھولوں سے ہی مجھے اپنا تن من مہکا مہکا لگ رہا ہے کاش میں اور زیادہ بیمار ہو جاتی تاکہ آپ میرا اور زیادہ خیال رکھتے' میرے آس پاس رہتے۔'' وہ خود سے بولتی چلی گئی۔

دو دن بعد اشہد پھر اپنے میس جانے والا تھا اور یہ بات اسے اس وقت معلوم ہوئی جب اشہد کرم دین کو بتا رہا تھا وگرنہ وہ خود سے تو کبھی مناہل کو اپنے جانے کی بابت نہ بتاتا' اس کے جانے کا سن کر مناہل تڑپ سی گئی۔ اس کا دل چاہا کہ اشہد کے پیروں میں بیٹھ کر اسے جانے سے روک لے' اسے بتا دے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد وہ بھٹکی ہوئی روح کی طرح اسے تلاش کرتی پھرتی ہے' اس سے کہہ دے کہ میرے ستم گر میرے صنم یوں خود سے قریب کر کے مجھے کوسوں دور نہ کرو۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ

وہ اشہد کو اپنے دل کی حکایت سے آگاہ کر دے' اسے بتا دے کہ وہ شدت کے ساتھ چاہتی ہے اس سے محبت کرتی ہے' مگر اشہد کا رویہ دیکھ کر وہ رک جاتی۔ ورنہ اسے اپنی انا کی پروا ہرگز نہیں تھی کیونکہ اسے معلوم تھا جہاں محبت ہو وہاں انا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رات کو وہ اپنی تمام ہمتیں مجتمع کر کے اس کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئی' وہ غالباً سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنے بیڈ کا تکیہ درست کرتے ہوئے اس نے مناہل کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔ سلیپنگ گاؤن میں بے ترتیب بالوں سمیت وہ بہت دلکش لگ رہا تھا۔ مناہل نے خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔ آج وہ اس سے کھل کر بات کرنا چاہتی تھی۔

''آپ واپس جا رہے ہیں کیا؟'' تکیہ اپنی جگہ رکھتے اشہد نے اسے بغور دیکھا پھر سپاٹ انداز میں بولا۔

''ظاہر ہے جاب ہے میری مجھے واپس تو جانا ہی ہوگا۔''

''مگر میں چاہتی ہوں اس بار آپ میری پوری بات سن کر جائیں۔'' مناہل تحمل آمیز لہجے میں بولی حالانکہ اس کے اندر ایک اودھم سا مچ گیا تھا۔ اشہد یقیناً اسے ہرٹ کرنے والا تھا۔

''اشہد میں آپ کے بھائی اشعر کی قاتل نہیں ہوں۔ آپ پلیز میرا یقین کیجیے میں......!''

''مجھے نیند آ رہی ہے تم اب جا سکتی ہو۔'' اشہد نے حسب توقع انتہائی بے رخی سے اس کی بات کاٹ کر کہا تو چند ثانیے مناہل خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر انتہائی بھنا کر تیزی سے اس کے بیڈ پر آ کر ٹک گئی اور ہٹ دھرمی سے بولی۔

''میں بالکل نہیں جاؤں گی اشہد! آپ کو میری بات سننا ہوگی پھر چاہے آپ میرے ساتھ جو سلوک کریں وہ مجھے منظور ہوگا۔'' اشہد نے اس پل مناہل کو خاموشی سے دیکھا تو اس نے موقع غنیمت جانا اور جلدی سے شروع ہوگئی اور پھر بولتی چلی گئی۔

''اشعر مجھ سے جس طرح کی دوستی کا خواستگار تھا وہ مجھے منظور نہیں تھا' جب میں نے انکار کیا تو اس بات کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا۔ اشعر کا جنون دیکھ کر میں اور حمیدہ پھپھو دونوں ہی سہم گئے تھے لہٰذا انہوں نے مجھے فوراً واپس ملتان جانے کو کہا اور اسی شام اشعر نے مجھ سے بدسلوکی کی کوشش......'' مناہل قدرے رکی مگر دوسرے ہی پل اشہد کا مضبوط ہاتھ اس کے بازو میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر اشہد کو دیکھا۔ جس کا چہرا مارے ضبط کے سرخ ہو چکا تھا' اشہد کی انگلیاں بری طرح اس کے بازو میں پیوست تھیں' اچانک مناہل کو تکلیف کی شدت کا احساس ہوا تو وہ بے ساختہ کراہ اٹھی اس نے ایک جھٹکے سے مناہل کو بیڈ سے اٹھایا اور دروازے کی جانب دھکیلا' بمشکل مناہل نے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

''اگر عورت پر ہاتھ اٹھانے کو میں مرد کی بزدلی نہ سمجھتا تو اس وقت میں تمہارا حشر بگاڑ دیتا۔'' اشہد اسے شعلہ بار نگاہوں سے گھورتے ہوئے پھنکار کر بولا۔

''اگر آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے تو پھپھو کی پڑوسن فاخرہ خالہ سے پوچھ......!''

''شٹ اپ......'' وہ اتنی زور سے چلایا کہ مناہل کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

''دفع ہو جاؤ میری نظروں سے ابھی اور اسی وقت اور آئندہ کبھی اپنا چہرہ لے کر میرے سامنے مت آنا۔'' مناہل نے اسے زخمی نگاہوں سے دیکھا...... دور کھڑی اس کی محبت اپنی ہار پر آنسو بہا رہی تھی اور بدگمانی قہقہے لگاتی اپنی جیت پر مسرور پورے کمرے میں ناچتی پھر رہی تھی سب کچھ ختم ہو چکا تھا' مناہل کو اس پل اپنے اندر خالی پن کا احساس شدت سے ہوا۔ اس نے ایک الوداعی نگاہ بغور اشہد کے چہرے پر ڈالی پھر خاموشی سے پلٹ کر دروازہ عبور کر گئی۔

❁......❁......❁
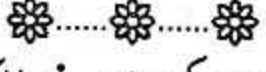
صبح ناشتے کی میز پر کرم دین نے بتایا کہ مناہل آج علی الصبح ہی ملتان کے لیے نکل گئی ہے' گویا ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے جا چکی ہے چند پل کے لیے اشہد گم صم

سا بیٹھا رہ گیا۔ مناہل سے شادی اس نے غصے و بدلے کی آگ میں آ کر کی تھی تا کہ وہ اس کے گرد زندگی کا گھیرا تنگ کردے مگر وہ ایسا کر نہیں پا رہا تھا' اشہد نے مضمحل انداز میں اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا پھر کچھ سوچ کر وہ اس کے کمرے میں آیا ہر چیز بڑے ترتیب اور سلیقے سے رکھی ہوئی تھی وہ خاموشی سے بیڈ کے قریب آیا اور دھیرے سے بیٹھ گیا کمرے میں چہار سو اس کی خوشبو بکھری ہوئی تھی مگر وہ کہیں نہیں تھی' یونہی بے ارادہ تکیے پر اس کا ہاتھ پڑا تو مناہل کا موبائل فون اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

''اوہ مناہل اپنا فون تو یہیں بھول گئی۔'' وہ خود سے بولا پھر بے ارادہ وہ اس کے massage کے option میں چلا گیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ save میسج کی جانب آیا تو ڈھیروں Sms اس کے سامنے آ گئے اس نے ایک میسج یونہی کھولا اور پھر جلدی جلدی پڑھ کر ایک کے بعد دوسرا کھولتا چلا گیا۔

''کاش مجھے آپ سے محبت نہ ہوتی تو آپ کی یہ بے اعتنائی مجھے خون کے آنسو نہ رلاتی۔''

''اشہد کیا آپ کو اندازہ ہے کہ کوئی آپ کو کتنی شدتوں سے یاد کررہا ہے' اتنی شدت سے کہ ایسا لگ رہا ہے کہ ہر سانس کانٹوں سے بھر گئی ہو ہاں اشہد آپ کی دوری نے میرے اندر کانٹے بھر دیئے ہیں اور یہ کانٹے مجھے ہر آتی جاتی سانس میں تکلیف دیتے ہیں۔''

''دل چاہتا ہے کہ اس بیماری میں ہی موت آ جائے مگر نہیں......! آپ کو دیکھے بناء میری روح جسم سے کبھی آزاد نہیں ہوگی۔''

''اشہد کاش آپ کو بھی مجھ سے محبت ہوتی تب آپ کو اندازہ ہوتا کہ محبوب کی بے رخی کتنا درد دیتی ہے کتنا رلاتی ہے۔''

اشہد نے موبائل بند کیا اس پل اس کے اندر ایک عجیب طوفان برپا تھا۔ اس نے اپنی انگلیوں سے اپنی کنپٹی کو سہلایا اور پھر اسی بیڈ پر ڈھے گیا۔

❀......❀......❀
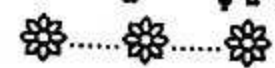
''ہاں پتر مناہل کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے خود کئی مرتبہ اشعر کو اس کے ساتھ بدتمیزی کرتے دیکھا تھا۔ مگر حمیدہ کے منع کرنے پر میں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا کیونکہ یہ مناہل کی عزت کا معاملہ تھا' اور وہ میری دھی جیسی ہے۔'' فاخرہ خالہ نے من وعن وہی کہانی اپنی گواہی کے ساتھ اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ جو مناہل نے بتائی تھی۔ وہ یہ بات تو جانتا تھا کہ اشعر شوخ مزاج ہے صنف مخالف میں بہت دلچسپی لیتا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ......!

اشہد کے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے بار بار مناہل کا بے بس و معصوم چہرہ اس کے سامنے آ رہا تھا۔

''مناہل میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی تم! تمہیں یہ دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے بھی تم سے محبت ہوجائے مجھے تم سے محبت تھی' ہے اور آخری سانس تک رہے گی۔''

فاخرہ خالہ اس کے لیے چائے بنانے اٹھیں تو وہ خود سے بولا تھا بدگمانی کے بادل چھٹتے ہی محبت پورے آب وتاب سے اشہد کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀
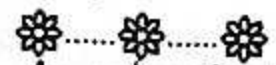
مناہل یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو لاؤنج میں اشہد کو اماں کے پاس بیٹھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ وہ آج اپنی ڈگری کے سلسلے میں یونیورسٹی گئی تھی۔

''لو بھئی تمہاری بیوی آ گئی۔'' امی خوشی سے بولیں' داماد کو اپنے گھر میں بیٹھا دیکھ کر وہ بہت نہال ہورہی تھیں' اشہد نے مناہل کو نارمل انداز سے دیکھا اور اس کے سلام کرنے پر سر ہلا کر جواب دیا۔

''اشہد بیٹا یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ کچھ دنوں کے لیے مناہل کو ہمارے پاس بھیج دیا اس کی بہت یاد آ رہی تھی' اور مریم کی شادی بھی قریب ہے۔'' اماں پر شفیق لہجے میں بولیں تو مناہل پریشان سی ہوگئی اگر اشہد نے امی کے سامنے ان دونوں کی ناکام شادی شدہ زندگی کا بھانڈا پھوڑ دیا تو نجانے ان پر کیا گزرے گی۔

''تم دونوں باتیں کرو میں ذرا کچن میں مریم کو دیکھ

لوں کہ اس نے کھانا کچھ کیا یا نہیں۔'' اماں انہیں تنہائی فراہم کرکے وہاں سے اٹھ گئیں تو وہ اٹھ کر اشہد کے پاس تخت پر آ گئی البتہ نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

''تم بتائے بغیر وہاں سے کیوں چلی آئیں مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔'' فضا میں اشہد کی سنجیدہ و گھمبیر آواز ابھری تو بے ساختہ مناہل نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا پھر ایک سانس فضا میں آزاد کرتے ہوئے بولی۔

''آپ کو مجھے کون سا روکنا تھا جو میں آپ کو بتاتی۔'' مناہل کے شکایتی انداز پر بے ساختہ اشہد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی جسے دیکھ کر مناہل اچھی خاصی حیران رہ گئی۔

''تم چاہتی تھیں کہ میں تمہیں روک لوں تمہیں جانے نہ دوں۔'' اشہد دلنشں انداز میں بولا تو یکدم مناہل کو ٹھیک ٹھاک غصہ آ گیا۔

''میں کچھ نہیں چاہتی تھی اور ویسے بھی اب مجھے کسی بھی بات کی چاہت نہیں ہے اور آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ کلس کر بولی ابھی اشہد کچھ کہتا کہ اماں اور مریم کچن سے باہر نکل آئیں اور کھانا کا عندیا دیا تو مناہل خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

❀......❀......❀

اشہد اماں اور مریم سے اس طرح گھل مل گیا جیسے یہاں وہ برسوں سے آتا ہو مناہل سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اشہد یہاں کیوں آیا ہے؟ رات کو مناہل اپنے کمرے میں آنے سے بہت جھجک رہی تھی' کیونکہ امی نے اشہد کو مناہل کے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ اب اگر مناہل مریم یا اماں کے پاس سوتی تو یقیناً یہ بات دونوں کو معلوم ہوجاتی کہ مناہل اور اشہد کے درمیان کوئی ناچاقی ہے' اور شاید اماں پھر اس سے نالاں ہوجاتیں۔ جی کڑا کرکے مناہل اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اشہد کو بستر پر نیم دراز میگزین پڑھتے پایا۔ کھٹکے کی آواز پر اشہد نے میگزین سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر میگزین کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہ انداز مناہل کو جلا گیا وہ جھنجلا کر اشہد کے قریب آئی اور چڑ کر بولی۔

''آپ تو اپنے میس جانے والے تھے یہاں کیوں آ گئے؟'' مناہل کی آواز پر اشہد نے میگزین ایک طرف رکھا اور اپنی جیب سے اس کا موبائل فون نکال کر اس کے آگے لہرا کر بولا۔

''تمہارا فون گھر پر ہی رہ گیا تھا۔''

''آپ یہ فون واپس کرنے آئے ہیں۔'' حیرت سے بولتے بولتے اچانک مناہل کو کچھ یاد آیا تو وہ فون پر چیل کی مانند جھپٹی تھی مگر اشہد نے کمال سرعت سے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا تھا۔

''آپ میرا موبائل مجھے فوراً دیں ابھی اور اسی وقت۔''

''کیوں ایسا کیا ہے اس موبائل میں جسے حاصل کرنے کے لیے تم اتنی بے قرار ہورہی ہو۔'' وہ اس کی تلملاہٹ سے حظ اٹھاتے ہوئے بھنویں اچکا کر بولا تو مناہل بری طرح چڑ گئی اور ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کے لیے لپکی مگر وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور اشہد پر آ گری۔ اشہد نے اس کے نازک وجود کے گرد بڑی نرمی سے اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کرلیا تو مناہل بری طرح سٹپٹا گئی۔

''اشہد چھوڑیے مجھے۔'' مناہل تقریباً ہکلا کر بولی اشہد کی سانسیں اس کے ہوش اڑا رہی تھی۔

''اب تمہیں زندگی بھر نہیں چھوڑوں گا جان اشہد۔'' مہکتا لہجہ پرکیف الفاظ اور اشہد کی جان لیوا قربت مناہل کو مدہوش کرنے لگی تھی۔

''اشہد پلیز۔'' وہ فقط اتنا ہی بول سکی تھی شاید اشہد کو اس کی حالت پر رحم آ گیا تھا تب ہی آہستگی سے اس نے اسے چھوڑا اور وہ جیسے طلسم کدے سے باہر آئی پھر تیزی سے خود کو سنبھال کر بیٹھی تبھی اپنا موبائل ہاتھ میں لے کر اس نے اشہد سے نگاہیں ملائے بغیر پوچھا۔

''آپ نے اسے آن تو نہیں کیا تھا۔'' اپنا آپ اشہد پر عیاں ہونے کا خدشہ اسے اندر ہی اندر کپکپائے دے رہا تھا۔

"ہاں کیا تھا' جو میسج تم نے مجھے کیے تھے وہ مجھ تک پہنچ گئے۔" اشہد کی بات پر مناہل کا سر جھک گیا تھا۔ بے پناہ شرمندگی اور خجالت کے احساس نے اسے جیسے گونگا کردیا۔

"وہ میں...... دراصل اشہد۔" بڑی دقتوں کے بعد وہ فقط اتنا ہی بول پائی۔ اس پل نادم نادم سی مناہل اشہد کو بے حد پیاری لگی۔

"تم تو یوں شرمندہ ہورہی ہو جیسے تم نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔" وہ اس کی ناک دباتے ہوئے مسکرا کر بولا تو مناہل نے سر اٹھا کر بے ساختہ کہا۔

"شاید جرم ہی کیا ہے۔" یکدم اشہد بالکل خاموش ہوگیا' مناہل اسے چند ثانیے دیکھتی رہی۔

"آپ نے جو کچھ میسج میں پڑھا وہ سب سچ ہے مگر شاید آپ کو ان سب پر یقین نہ آئے کیونکہ......! آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔" مناہل کا یہ انداز اس کے دل پر چھری پھیر گیا وہ بے تحاشا نادم ہوگیا۔

"مناہل ایم سوری مجھ سے واقعی بہت بڑا قصور ہوگیا' اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار رہا' تم سے بے انتہا بدگمان رہا اور تم سے محبت کرنے کے باوجود تمہیں دکھ و تکلیف سے دوچار کرتا رہا۔" اشہد کے آخری جملے پر چونک کر مناہل نے اسے دیکھا۔

"ہاں مناہل یہ سچ ہے کہ علیشبہ میری بہت اچھی دوست ہے مگر مجھے کبھی اس کے لیے کوئی خاص جذبہ اتنے عرصے میں محسوس نہیں ہوا جو حمیدہ مامی کے گھر رہ کر صرف تین دن میں تمہارے لیے محسوس کیا تم سے باتیں کرنا مجھے اچھا لگتا تھا' شروع شروع میں' میں نے سوچا کہ میں صرف تمہیں پسند کرتا ہوں مگر یہ پسند کب محبت میں ڈھلی مجھے معلوم ہی نہیں ہوسکا......! مگر پھر جب......" وہ قدرے ٹھہرا...... پھر گویا ہوا۔

"سلیم بھائی کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو جو اشعر کی زندگی میں آئی تھی تب میں اپنی محبت چاہت سب بھول گیا بس یاد رہا کہ تمہاری بدولت میرا بھائی زندگی ہار گیا۔"

"مگر اشہد......" وہ تڑپ کر کچھ بولنا چاہتی تھی کہ یکدم مناہل کے ہونٹوں پر اس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"مجھے اور شرمندہ مت کرو مناہل مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ فاخرہ خالہ نے مجھے سب کچھ بتادیا' میں بہت نادم ہوں کہ میں نے اپنی محبت پر بھروسہ نہیں کیا۔" وہ ندامت سے چور لہجے میں بولا جب کہ مناہل کے چہار سو گویا گلاب سے کھل گئے۔ بے ساختہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اچھا اب تمام پرانی باتوں کو بھول جائیں میں نے آپ کو معاف کردیا۔" وہ کھنکتے لہجے میں بولی تو اشہد اندر ہی اندر اس کی اعلیٰ ظرفی کا قائل ہوگیا۔

"اچھا اتنا جلدی تم مان گئی! میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہیں منانے کے لیے نجانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ تم سمجھدار ہو یقیناً یہی سوچ رہی ہوگی کہ ویسے ہی غلط فہمیوں میں اتنا وقت برباد ہوگیا ہے اب اس حسین رات کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔" وہ والہانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے رومانوی لہجے میں بولا تو مناہل شرم سے سرخ ہوگئی۔

"اف اتنی خوش فہمی ٹھیک ہے' میں ابھی بھی ناراض ہوں۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اٹھی ہی تھی کہ اشہد نے سرعت سے اس کی کلائی کو تھام کر اپنے بازوؤں میں قید کرلیا جب کہ کھڑکی سے جھانکتے ٹمٹماتے ستاروں نے ان کے ملن پر مطمئن ہوکر اپنی روشنی کو کچھ اور بھی تیز کردیا' آج مناہل کو اشہد کی محبت اور اس کا اعتبار دونوں ہمیشہ کے لیے حاصل ہوگیا تھا۔